بیادگار: آبروئے قلم حضرت مولانا محمد عثمان معروفی رحمۃ اللہ علیہ متوفٰی جون 2001ء

ان کا جو فرض ہے وہ اہلِ سیاست جانیں۔۔۔۔۔۔میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

ذی قعدہ۔۔ ۱۴۴۴ھ۔جون۔ ۲۰۲۳۔جلد ۲۔شمارہ 4

ماہنامہ ’’پیغام‘‘ پورہ معروف

سرپرست: مولانا شبیر احمد مشتاق، شیخ الحدیث جامعہ ام حبیبہ، پورہ معروف

مدیر: مولانا انصار احمد معروفی---نائب مدیر: مولانا مطیع اللہ مسعود قاسمی

مجلس ادارت: مولانا نوشاد احمد معروفی، مولانا ڈاکٹر محمد حمران اعظمی، مولانا ابوہریرہ یوسفی

قارئین کرام: السلام علیکم

پورہ معروف کرتھی جعفر پور کو ترقی کی جانب لے جانے کی سمت میں پہلے قدم کے طور پر اسے ’’پردھان پنچایت‘‘ سے نکال کر ’’نگر پنچایت علاقہ کرتھی جعفر پور‘‘ کردیا گیا، جس کے نتیجے میں ’’عہدۂ چیرمین‘‘ کے انتخاب کے لیے دیگر پنچایت علاقوں کے ووٹ کے موقع پر یہاں بھی صاف وشفاف الیکشن کرانے کا اعلان کیا گیا، ووٹ ڈالنے کی تاریخ گیارہ مئی سن دو ہزار تیئیس منتخب کی گئی، امیدواروں نے اس میں کامیابی حاصل کرنے اور اپنے کو ’’کرتھی جعفر پور کا پہلا چیرمین‘‘ کہلانے کے واسطے انتھک جدوجہد کی، جس میں ان کے معاونین نے بھی اہم کردار ادا کیا۔

مسلم اور غیر مسلم امیدواروں کی تعداد دس سے زیادہ تھی، لیکن جیت تو کسی ایک کے ہی حصے میں آتی ہے، یوں اللہ تعالیٰ نے سابق پردھان جناب ظفر احمد صاحب کو چیرمین کے طور پر منتخب کرکے انہیں قصبہ کی سیاسی سربراہی کا شرف بخشا، ہم اس جیت پر انہیں ماہنامہ پیغام پورہ معروف کی جانب سے دل کی گہرائی سے مبارکباد پیش کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ غیر جانب دار ہوکر اس نگر پنچایت کو ترقی دینے میں اپنی خدمات پیش کریں گے، تاکہ پسماندگی کا جو بدنما داغ اس علاقہ پر لگا ہوا ہے وہ صاف ہوجائے۔

مدیر: انصار احمد معروفی۔

مرشدنا حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب مدظلہ العالی

کی ربانی خانقاہ میں تشریف آوری ۔۔(روداد)

انصار احمد معروفی

سالہائے گزشتہ کی طرح اس سال شعبان 1444ھ۔مارچ 2023ء میں مرشدنا حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب مدظلہ العالی کی ربانی خانقاہ میں تشریف آوری ہوئی۔ پہلے آپ 18 مارچ کو بتیا چمپارن تشریف لے گئے اور وہاں دو دن قیام کے بعد پورہ معروف میں 20 مارچ کو آپ کا ورود مسعود ہوا۔اس دوران آپ پہلے مئو،کوپاگنج اورادری تشریف لے گئے، پورہ معروف تشریف آوری کے بعد مبارک پور آپ مولانا خالد سعید صاحب استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی دعوت پر بدھ کے روز پہنچے اور وہاں سے آپ کی بخیر وعافیت واپسی اسی دن شام کو ہوئی۔صبح کو دس راقم الحروف انصار احمد معروفی حضرت کی زیارت اور استفادہ کے لئے کچھ پھلوں کے ہدیے کے ساتھ پہنچا تو آپ مبارک پور کے لیے نکل چکے تھے، البتہ گجرات کے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اور موتیہاری بہار کے علی احمد صاحب موجود تھے۔ان دونوں حضرات سے ملاقات ہوئی اور انھیں اپنا ہدیہ پیش کیا۔جو قبول کیا گیا۔

عصر کی نماز کے بعد بندہ ربانی خانقاہ میں ملاقات کی غرض سے پھر پہنچا۔راستہ میں دوبار فون کیا،مگر حضرت کا فون خراب ہونے کی وجہ سے بات نہیں ہوسکی۔اس لیے مولانا محمد عمر صاحب اسلام پورہ کے یہاں حالات کی تحقیق کے لیے نمبر ملایا،مگر وہ مبارک پور تھے،اس لیے مولانا رضوان الرحمٰن صاحب سے بات کی تو علم ہوا کہ وہ بھی ابھی گھر پر ہیں۔مولانا شبیر احمد صاحب سے رابطہ کیا تو گھنٹی جانے کے بعد فون کٹ گیا،بازار سے گزرتے ہوئے میں نے مولانا کی مسجد کے ایک مصلی سے معلوم کرنا چاہا کہ حضرت مبارک پور سے تشریف لاچکے ہیں یا نہیں؟ انھوں نے کہا کہ حضرت کے مبارک پور جانے کا علم تو ہے مگر آنے کی خبر نہیں۔ایک اور صاحب؛ جو مسجد کے پڑوسی تھے،ان سے علم ہوا کہ ظہر میں تو نہیں تھے،البتہ عصر کا علم نہیں۔

بالآخر راہ چلتے امام صاحب نے استفسار پر تسلی بخش جواب دیا کہ حضرت تشریف لاچکے ہیں۔بہت خوشی ہوئی، تیزی سے آگے بڑھا،دن بھر سفر کی تکان کی وجہ سے حضرت اپنے معتکف کے خیمہ میں آرام فرماتے اور چند خدام بدن داب رہے تھے۔جلد ہی میں بھی خیمہ کے اندر چلا گیا اور حضرت سے ملاقات کی۔حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث ثانی جامعہ امدادالعلوم،وڈالی گجرات بڑی محبت سے ملے اور فرمایا کہ آج مبارک پور کے سفر میں تھکان سے لیٹا ہوا ہوں۔میں نے کہا حضرت آرام فرمارہیں۔تھوڑی دیر ملاقات کے بعد بندہ خیمہ سے نکل آیا اور مسجد میں ایک جانب بیٹھ کر روزانہ کا ذکر پورا کیا۔

حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب مدظلہ العالی کا اصلاحی تعلق ابتدا میں حضرت مولانا شیخ عبدالجبار صاحب سے تھا،بعد میں جب حضرت مولانا زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا عبدالجبار صاحب سے خلافت واجازت حاصل ہوگئی تو قاری صاحب مدظلہ العالی نے حضرت مولانا زین العابدین صاحب سے اصلاحی تعلق قائم کرلیا اور خلافت سے بھی سرفراز فرمائے گئے۔حضرت مولانا زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ تین خلیفہ ہوئے ہیں،حضرت حافظ عبداللطیف صاحب، پورہ معروف، سابق استاذ حفظ جامعہ مصباح العلوم،کوپاگنج،حضرت ممتاز احمد صاحب خلیفہ،کوئریاپار،اور حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب مدظلہ العالی۔

آپ اپنے شیخ مولانا زین العابدین صاحب کے شاگرد بھی ہیں اور چھاپی گجرات سے فارغ التحصیل ہیں۔حضرت کی حیات میں ہمیشہ حضرت کے ساتھ اعتکاف کیا کرتے تھے، جب حضرت کی وفات ہوگئی تو بھی حضرت کے حکم کی وجہ سے آپ گجرات سے برابر پورہ معروف تشریف لاتے ہیں۔آپ وڈالی گجرات میں شیخ الحدیث ثانی ہیں۔اس کے ساتھ ہی ایک اور جامعہ میں بھی استاذ حدیث ہیں۔نہایت رقیق القلب اور منکسر المزاج واقع ہوئے ہیں۔آخری عشرہ آپ گجرات میں ہی معتکف ہوتے ہیں،آپ کے ہزاروں مریدین گجرات، یوپی، اور بہار وغیرہ میں موجود

ہیں۔امت کے بڑے طبقے کی آپ کے ذریعے اصلاح ہورہی ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

میرے پیرومرشد کی دعا، عیدگاہ کے لیے:

دوسرے دن 30 شعبان تھا۔رمضان کا چاند نظر نہیں آیا تھا۔حضرت مولانا شبیر احمد صاحب نے حضرت کا پروگرام لے لیا۔کہ کل محلہ بلوہ تشریف لے چلیں۔حضرت کو چوں کہ محلہ پارہ پر حضرت مولانا رفیق احمد صاحب سابق شیخ الحدیث مدرسہ چھاپی گجرات سے ملاقات کرنی تھی، جو اب مستقل طور پر ایک سال سے گھر رہنے لگے ہیں، اور ہمارے پیرومرشد کے استاذ بھی ہیں۔مولانا شبیر احمد صاحب نے کہا کہ بہتر ہے میں آٹو رکشہ لے کر آؤں گا۔اور دس بجے تک بلوہ پر چلیں گے، تاکہ نئی بستی بلوہ پر جو نئی عیدگاہ کی زمین کی خریداری مکمل ہوئی ہے، اس میں چل کر حضرت دعا فرمادیں۔اور میرے یہاں چائے پی لیں۔اس مناسبت سے میں نے حضرت سے عرض کیا کہ جب آپ مولانا شبیر احمد صاحب کے یہاں چائے پی لیں گے، تب تک کھانے کا وقت بھی ہوجائے گا، اس لیے دوپہر کا کھانا ہمارے یہاں تناول فرمالیں گے۔حضرت راضی تو ہوگئے، مگر پروگرام کے منتظم مولانا عبدالرحیم صاحب کی رائے درکار تھی کہ وہ دن دعوت کے لیے خالی ہے یا نہیں؟ وہ چوں کہ مئو اپنے کاروبار کے سلسلے میں مصروف تھے، ان سے رابطہ تو ہوا۔مگر انھوں نے کہا کہ اب ڈائری دیکھ کر بتاؤں گا۔

وہ رات کو دیر سے واپس آتے ہیں، دریں اثنا مغرب کی نماز کے کچھ دیر بعد محلہ نئی بستی پارہ کے حاجی نیاز احمد صاحب کا ایک لڑکا فضل احمد مسجد میں آ گیا، اس لڑکے کے یہاں حضرت کا عشائیہ تھا۔وہ مہمانوں کے ساتھ ہم لوگوں کو بھی لے جانے کے لیے ضد کرنے لگا۔ہمیں پس و پیش تھا، حضرت نے بھی اس کے اصرار کو دیکھتے ہوئے ہم لوگوں سے کہا کہ آپ لوگ بھی چلیں۔چنانچہ حضرت کی بات پر عمل کرتے ہوئے میں اور مولانا شبیر احمد صاحب بھی حاجی صاحب کے یہاں مہمانوں کے ہمراہ پہنچے۔اکثر مہمانوں کا ہاضمہ جگہ جگہ چائے نوشی کرنے اور مختلف قسم کی اشیا کھانے سے خراب ہوگیا تھا، وہ ہلکی پھلکی غذا کھانا چاہتے تھے، جب کہ دسترخوان پر مچھلی، کباب، پایہ، مرغ، گوشت اور مرغے کی فرائی لذت کام و دہن کی ایک طرف دعوت دے رہی تھی تو دوسری جانب ہاضمہ کو مزید تتر بتر کرنے کے لیے زردہ، بڑے کا گوشت اور فرائیاں تیار تھیں۔ہم لوگ تو خیر درست ہاضمے والے تھے، اس لیے بغیر احتیاط کے بڑی چابک دستی کے ساتھ پر تکلف عشائیہ پر اپنے اپنے نصیب کی جستجو میں آخر تک مشغول رہے۔پھر بھی ایک جانب رکھے ہوئے مرغوب ''پائے'' تک پایۂ تکمیل تک بھی رسائی حاصل نہ کرسکے، پیٹ میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے صرف حسرت سے اسے دیکھتے رہ گئے اور سوچتے رہ گئے کہ اگر اکیلے میں ملاقات ہوتی تو پھر اخذ و استفادہ کی قوت تمھیں سمجھا دیتے۔نرم اور لذیذ چاول اتنا مرغوب اور زود ہضم تھا کہ پھر اس نے میٹھے چاول سے ہمیں بے نیاز کردیا۔وہ تو اچھا ہوا کہ ابھی تراویح نہیں پڑھنی تھی، اور نئی بستی سے بلوہ تک کا پیدل سفر بھی طے کرنا تھا جو بیس منٹ مسلسل چلنے پر طے ہوتا ہے، اس لیے کوئی گرانی محسوس نہیں ہوئی۔

صبح کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مولانا عبدالرحیم صاحب نے حضرت اور رفقا کے دوپہر کا کھانا ہمارے یہاں طے کردیا، احقر نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور تیاری میں مصروف ہوگیا۔مہمانوں نے کھانے کے سلسلے میں میرے استفسار پر بتایا کہ گوشت نہ بنوائیں اور سبزی کے ساتھ دال اور کھچڑی بنوادیں۔گھر کے لوگ اس سادہ کھانے کے برخلاف مرغن اور چکنائی دار کھانا؛ جو اکثر مہمانوں کے لیے تیار کیا جاتا ہے، جن میں گوشت کا حصہ سب سے زیادہ ہوتا ہے، اس پر بضد تھے، میں نے کہا کہ دیگر مہمانان کے لیے گوشت دسترخوان پر موجود رہے گا مگر گجرات کے حضرات کے لئے سادہ کھانا مناسب رہے گا۔اس لیے کھچڑی کے علاوہ دیگر اشیا تیار کی گئیں۔

یوں بھی ہمارے یہاں گوشت کا استعمال ضرورت سے زیادہ کیا جاتا ہے جب کہ سبزیاں کم مقدار میں استعمال کی جاتی ہیں۔اس لیے مہمانوں کے لیے گوشت کے علاوہ دوسری اشیا سے ضیافت کرنے میں بخالت محسوس کی جاتی ہے۔اسی لیے سبزیاں بنانے کے بہت سے رائج طریقوں سے ہمارے یہاں کے لوگ نابلد رہ جاتے ہیں، جب کہ گوشت سے بننے والی ڈشوں کے بنانے میں یہاں کے لوگ ماہر سمجھے جاتے ہیں۔

خیر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سبزی بھی بہت اچھی بنائی گئی اور مہمانوں نے بہت رغبت کے ساتھ کھانا کھایا۔کھچڑی اس لیے نہیں پکائی گئی کہ دال اور چاول موجود ہی ہے، مگر جب ایک بے تکلف مہمان کھچڑی تلاش کرنے لگے تو اس کی غیر موجودگی میں دال چاول سامنے کردیا گیا۔

جو لوگ دسترخوان پر شریک تھے ان میں مرشدنا حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب، اسلام پور، سابر کاٹھا، مولانا رفیق احمد صاحب محلہ پارہ، مولانا یعقوب صاحب، بناس کاٹھا، محمد عباس صاحب بناس کاٹھا، موتی ہاری (بہار) کے علی احمد صاحب، مولانا کے خادم مولوی احمد صاحب۔

مولانا شبیر احمد صاحب، عبدالودود صاحب، مولانا امتیاز صاحب اور آٹو رکشہ کے ڈرائیور صاحب شامل ہیں۔

پروگرام کے تحت حضرت مولانا اپنے رفقا کے ہمراہ تاخیر سے ساڑھے گیارہ بجے عیدگاہ کی نئی زمین پر آٹو رکشہ سے پہنچے، وہاں دھوپ کی وجہ سے مولانا امتیاز صاحب نے سایہ کے لیے پلاسٹک ٹانگ دی تھی۔ عیدگاہ کی زمین پر ابھی گیہوں اور جو کی کاشت ہوئی تھی اور بالیاں آگئی تھیں، اس لیے اس کے متصل زمین پر جو جمیل احمد ابن حاجی ریاض صاحب باغ کی ملکیت ہے۔ وہاں کرسیاں لگادی گئی تھیں، اور فرش پر چٹائی وغیرہ بچھادی گئی تھی، وہاں پہنچ کر لوگوں نے زمین دیکھی، خوشی کا اظہار کیا اور پھر حضرت کے استاذ مولانا رفیق احمد صاحب نے دعا کرائی۔ واپسی میں مولانا امتیاز صاحب نے اپنے گھر لے جا کر مہمانوں کو چائے وغیرہ سے ضیافت کی، پھر ہمارے گھر جا کر دوپہر کا کھانا تناول فرمایا اور ظہر سے قبل یہ لوگ خانقاہ ربانی واپس ہوئے۔

شام کو عصر کی نماز کے بعد مولانا انعام اللہ صاحب ابن مولانا اسرار الحق صاحب خلیفہ حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی کی عیادت کرنے ان کے گھر حضرت تشریف لے گئے، ان کا گھر نئی بستی میں ہے، وہ پہلے سے خانقاہ میں جڑتے تھے۔ ان کے پیشاب کی نالی میں غدود بڑھ گیا تھا، اب افاقہ ہے۔ وہاں مولانا نے تمام حاضرین کی چائے وغیرہ سے پر تکلف ضیافت کی، مغرب کے قبل خانقاہ میں واپسی ہوئی۔

بندہ ربانی خانقاہ میں حضرت مولانا کے ساتھ قیام کرنے کی غرض سے آگیا تھا۔ رات کا کھانا محلہ کے کسی کے یہاں طے تھا، میں نے اپنا کھانا گھر سے منگوالیا تھا، آج پہلی تراویح تھی، اس لیے مسجد نئے اور پرانے نمازیوں سے بھر گئی تھی، امام صاحب نے سوا پارہ تراویح میں بہترین انداز میں سنایا۔ اس کے بعد سورہ یاسین پڑھی گئی اور قیام کرنے والے سب لوگوں کے لیے نوجوانوں نے بستر ے لگادیے، ساتھ ہی نئی اور خوبصورت فولڈر والی مچھر دانیاں بھی تان دی گئیں، مولانا عبدالرحیم صاحب نے بتایا کہ اس سال کئی نئی مچھر دانیاں مہمانوں کی راحت کے لیے خریدی گئی ہیں، ایک کی قیمت 600 روپے ہے۔ گدے اور چادروں کا انتظام بھی خانقاہ میں موجود ہے۔ سحری کا اجتماعی انتظام بڑے حضرت مولانا زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بھتیجے مولانا عبدالرحیم صاحب کے گھر سے ہوتا ہے۔ جس کے اخراجات حضرت کے مریدین اپنی اپنی حیثیت سے کرتے ہیں۔

سحری میں پرول کی سبزی، دہی، روٹی اور چاول کے ساتھ چائے اور توس، نیز پھلوں کا بھی انتظام تھا۔ فجر کی نماز کے بعد سارے حضرات سو گئے اور پھر نیند کھلنے کے بعد انفرادی اعمال میں مصروف ہوگئے، آج جمعہ کا دن ہے، ساڑھے گیارہ بجے مسائل کی تعلیم بہشتی زیور سے ہوئی جس میں عقائد کا بیان تھا۔ ربانی خانقاہ میں بھی لاک ڈاؤن سے جمعہ کی نماز ہونے لگی ہے جس کا سلسلہ ابھی قائم ہے، مفتی عبداللہ صاحب معروفی کے لڑکے مولانا سالم نے مجھ سے جمعہ کی نماز پڑھانے کی درخواست کی مگر میں نے معذرت کردی، اس لیے انھوں نے ہی زبانی خطبہ دیا اور جمعہ بھی پڑھایا۔

جمعہ کی نماز کے بعد مولانا محمد عمر صاحب جو کہ حضرت کے خلیفہ ہیں، انھوں نے سلام کے بعد اعلان کیا کہ حضرت کے حکم کے مطابق میں اعلان کرتا ہوں کہ روزانہ نماز ظہر کے بعد معمول کے مطابق جو ختم خواجگان پڑھا جاتا ہے پھر اجتماعی دعا کا اہتمام کیا جاتا ہے، نیز عصر کی نماز کے بعد ذکر جہری ہوتا ہے اس کے بعد دعا ہوتی ہے، وہ سارا نظام ان شاء اللہ جاری رہے گا، آپ حضرات سے درخواست کی جاتی ہے کہ ذکر اور دعاؤں میں شرکت کیا کریں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج ایک روزہ مکمل ہوا، اللہ نے روزہ رکھنے کی جب توفیق بخشی ہے تو امید ہے کہ وہ اسے قبول بھی فرمالے گا، اگرچہ ہمارا کوئی بھی عمل اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے قابل نہیں ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ کی ذات نہایت رحیم اور کریم ہے، وہ مومنوں پر رحم کھا کر نہ صرف ناقص عمل قبول کر کے اپنی شان رحیمیت کا مظاہرہ کرتا ہے بلکہ اپنی صفات کریمی سے اس کے اجر وثواب میں بے انتہا اضافہ بھی فرمادیتا ہے۔

معمولات خانقاہ ربانی: عصر کی نماز کے بعد فضائلِ اعمال کی تعلیم ہوئی اس کے بعد دوازدہ تسبیح کا ورد جہرا کیا گیا، آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجمع بھی زیادہ تھا۔ عبدالودود صاحب نے فارسی والا شجرہ پڑھا، پھر حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب نے پانچ منٹ تقریر فرمائی، جس میں فرمایا کہ ہمیں رمضان المبارک کا احترام کرنا چاہیے، اور گناہ چاہے چھوٹے ہوں یا بڑے، سب کو چھوڑ دینا چاہیے، چھوٹے گناہ بھی اگر بار بار کیے جاتے ہیں تو وہ بڑے گناہوں میں شمار ہونے لگتے ہیں۔ ہم اکثر دعاؤں میں کہتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں رمضان کا مہینہ نصیب فرما۔ اس کا تقاضا ہے کہ ہم اس مہینہ میں خوب ذکر واذکار اور تلاوت قرآن کریم کریں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ میں

اپنی نااہلی کی وجہ سے کچھ نہیں کرپاتا، مگر اپنے گھر کی بچیوں کو دیکھ کر رشک آتا ہے کہ وہ گھریلو کام کاج کے ساتھ بے تکلف پندرہ بیس پارے تلاوت کرلیتی ہیں۔ جب کہ ہمیں معلوم ہے کہ حضرت کے یہاں کتنے مہمان رہا کرتے تھے۔ پھر حضرت قاری صاحب نے دعا کرائی اور مجمع نے آمین کہی۔ خانقاہ میں مہمانوں کے لیے افطاری کا اعلیٰ انتظام رہتا ہے اور آخری عشرے میں اس میں اور بھی اضافہ ہوجاتا ہے۔

مرشد اول حضرت مولانا زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بہت دنوں تک ربانی خانقاہ میں روزانہ کی تراویح میں تین پارے پڑھے جاتے تھے، پورے رمضان میں تین ختم قرآن کریم کا معمول تھا، درمیان میں چائے پانی کا لمبا وقفہ بھی ہوتا تھا، مگر حضرت کے وصال کے بعد اب وہ معمول بدل گیا ہے اور اب یہاں بھی دیگر مساجد کی طرح سوا پارے کا معمول ہوگیا ہے۔ روزانہ محلہ کے دو حافظ نصف نصف کر کے قرآن سناتے ہیں، جس کی وجہ سے اب گاؤں کے تمام مصلیان شریک رہتے ہیں، جب کہ پہلے لوگ دوسری مساجد کا رخ کرلیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب مدظلہ العالی نے مغرب کے بعد بتایا کہ میرا اصلاحی تعلق حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی سے تھا، کنتھاریہ میں میں بھی جاتا تھا، جب حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا تو مولانا زین العابدین صاحب نے حضرت مولانا عبدالجبار صاحب کی طرف رجوع کیا، مولانا نے حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی سے تعلق استوار کرنے کی صلاح دی، مگر حضرت زین العابدین صاحب نے کہا کہ حضرت میں آپ سے بیعت ہوں گا، آپ میرے استاذ بھی ہیں، چنانچہ حضرت نے بیعت فرمالیا اور کچھ دنوں میں جلد ہی 1407ھ میں خلافت سے بھی نواز دیا۔

کنتھاریہ میں میرا بستر بھی حضرت مولانا زین العابدین صاحب کے پاس ہوتا تھا، ایک دن میں نے دیکھا کہ آپ حضرت مولانا شیخ عبدالجبار صاحب اعظمی کی خدمت میں اعتکاف کی حالت میں تشریف لے گئے اور بہت جلد واپس آگئے، مجھے حیرت ہوئی، میں نے حضرت مولانا زین العابدین صاحب سے پوچھا کہ کون سا کام تھا جو آپ حضرت شیخ صاحب کے یہاں گئے اور بہت جلد واپس آگئے؟ انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت سے کہا کہ آپ نے مجھے خلافت دی ہے، اس فیصلہ پر نظر ثانی فرمالیں۔ اس پر حضرت شیخ بگڑ گئے اور مجھے بھگا دیا۔

میں نے یہ واقعہ مولانا محمد عمر صاحب اسلام پورہ سے بتایا اور اس بات کا بھی خدشہ ظاہر کیا کہ حضرت مرشد اول میں کتنا اخلاص تھا، اگر ہم لوگ اس طرح کی سادہ لوحی کا مظاہرہ کریں تو یقیناً یہ ریاکاری میں شامل ہوگا۔ پھر حضرت مولانا زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت بھی اونچی تھی اور وصول الی اللہ کے لیے انھوں نے ریاضت و مجاہدات بھی بہت کیے۔ اپنے مرشد اول حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت میں رہ کر انھوں نے سلوک و معرفت و احسان کی منزلیں طے کی تھیں، یہی وجہ ہے کہ جب انھوں نے حضرت شیخ الحدیث کے اجل خلیفہ حضرت مولانا شیخ عبدالجبار صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب رجوع کیا تو حضرت نے ان کو بہت جلد خلافت عطا فرمادی اور فرمایا کہ آم پک چکا تھا، بس ٹپکنے کی دیر تھی۔

مولانا محمد عمر صاحب نے بتایا کہ ایک بار حضرت مولانا زین العابدین صاحب اپنے گھر تشریف لائے، اس کے بعد آپ مسجد ربانی میں تشریف لے جارہے تھے، ہم لوگ بھی ساتھ تھے، وصول الی اللہ کی بات چل رہی تھی، انھوں نے اسی ربانی خانقاہ کی سیڑھی پر رک کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار میرے دل میں القا فرمایا کہ جو مانگنا ہو مانگ لو۔ میں نے دل میں سوچا کہ کون سی چیز مانگوں؟ غور کرتا رہا، دنیا کی چیزوں میں بہت سی ضرورتوں کے ساتھ گھوڑے گاڑی وغیرہ کا بھی خیال آیا، معاً دل میں بات آئی کہ کیوں نہ اللہ تعالیٰ کو مانگ لیا جائے، کیوں کہ جس کو اللہ تعالیٰ مل گیا اسے سب کچھ مل گیا۔ چنانچہ میں نے اللہ کے سوا کچھ نہیں مانگا۔

آپ کے خلیفہ اور میرے مرشد ثانی حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب مدظلہ العالی بھی بہت ریاضت و مجاہدے والے ہیں۔ حضرت میں تواضع وانکساری اور نرم دلی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اس لیے خلائق کا ہجوم روز افزوں ہے۔ دو دن قبل حضرت مولانا محمد طلحہ بن زکریا کاندھلوی کے خلیفہ حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب معروفی کے لڑکے مولانا محمد سالم قاسمی صاحب بھی حضرت سے بیعت ہو کر ان کے مریدین میں شامل ہوگئے ہیں۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی رمضان المبارک کے معمولات اور نظام الاوقات بحمد اللہ جاری وساری ہیں۔

قاری صاحب کے ساتھ ایک زمانے سے مولانا محمد یعقوب صاحب حضرت مولانا زین العابدین صاحب سے استفادہ کے لئے تشریف لاتے ہیں، انھوں نے کہا کہ افطاری وسحری میں آج جتنا اہتمام وانتظام رہتا ہے اور دسترخوان پر اللہ تعالیٰ کی قسم قسم کی جو نعمتیں دیکھنے اور کھانے کو ملتی ہیں،

35 سال قبل یہاں اتنا سب کچھ نہیں رہتا تھا نہ یہاں کے بازاروں میں اتنی چیزیں دستیاب رہتی تھیں، نہ ہی اتنی خوشحالی نصیب تھی۔ محلہ سے افطاری کے لیے جو کچھ آتا تھا وہ ایک ہانڈی میں رکھ دیا جاتا تھا۔ چاہے وہ میٹھی ہو کہ تیکھی ہو، میں نے یہ نظام بنایا کہ کئی برتنوں میں ان کو رکھا جائے، اگر جلیبیاں ہیں تو ایک جگہ صرف ان کو رکھا جائے اور اگر چنے کی گھگھنیاں ہیں تو ان کو ایک جگہ پروسا جائے۔

مولانا عبدالرحیم صاحب جو خانقاہ کے منتظم ہیں انھوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے افطاری کے لیے محلہ کے حضرات بہت کچھ مہمانوں کے واسطے بھیجتے ہیں، افطار کے دس منٹ پہلے یہاں کچھ نظر نہیں آئے گا، مگر افطار کے وقت بہت ساری چیزیں جلدی جلدی آنی شروع ہو جائیں گی۔ کہ دسترخوان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بھر جاتا ہے، جو بہت سے مہمانوں کے لیے کافی ہوجاتا ہے، بچی ہوئی افطاریاں سنبھال کر بچے بہت تیزی سے سمیٹتے ہیں اور جگہ کو نماز کے لیے صاف کر دیتے ہیں، یہ فاضل چیزیں تراویح کے بعد پھر کام دیتی ہیں، جس میں بچے اور بڑے بھی شامل رہتے ہیں۔ حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب مدظلہ العالی کی خواہش ہوتی ہے کہ جب تک ہم یہاں رہیں، مریدین اپنے اوقات فارغ کر کے خانقاہ میں موجود رہیں، یا پھر اپنے کام کی ترتیب بنا کر یہاں آجایا کریں۔ بہت سے لوگ تین چار دن یا زیادہ اوقات کے علاوہ گھڑی گھنٹے کے لیے بھی ملاقات کے لیے آتے ہیں اور کچھ قیام بھی کرتے ہیں۔

مولانا قاری عبدالستار صاحب مدظلہ العالی زاہدانہ زندگی گزارتے ہیں اور دنیا کی رنگینیوں سے دور رہ کر اللہ کے احکام کی اطاعت اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر سختی سے عمل پیرا رہتے ہیں۔ حضرت مولانا کے ساتھ ایک زمانے سے تشریف لانے والے حضرت کے مرید محترم عباس صاحب بناس کاٹھا نے بتایا کہ آپ کے پاس کوئی جائیداد نہیں، جو کچھ تھا، اسے اپنے بچوں میں تقسیم کر دیا، اپنے لیے صرف ایک کمرہ رکھا ہے، جس آپ اپنی اہلیہ کے ساتھ قیام پذیر ہوتے ہیں۔ آپ اسلام پورہ کے مدرسے کے علاوہ وڈالی گجرات میں بھی حدیث کی کتابیں پڑھاتے ہیں۔ اسلام پورہ میں آپ سے متعلق بخاری شریف مکمل رہتی ہے جب کہ وڈالی میں بخاری شریف جلد ثانی اور ترمذی شریف زیر درس رہتی ہے۔ دونوں جگہوں سے تقریباً 18 ہزار جو تنخواہ ملتی ہے، ان میں سے ضرورت کے مطابق اپنے پاس رکھ کر باقی کو اپنے بچوں میں تقسیم کر کے مطمئن اور شاد رہتے ہیں۔ آپ کے لڑکے درس وتدریس اور ملازمت سے وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مع اہل وعیال صحت اور عافیت نصیب فرمائے، آمین۔

مولانا محمد عمر صاحب نے کہا کہ جب مرشد اول حضرت مولانا زین العابدین صاحب کو خلافت ملی تو وہ سب سے پہلے اسلام پورہ حضرت مولانا محمد محمود صاحب کے یہاں تشریف لائے، میں بھی خدمت کے لیے موجود تھا، وہاں چائے پانی سے حضرت کی تواضع ہوئی، حضرت مولانا نے چائے کا بچا ہوا حصہ میری جانب بڑھایا، مگر اسے برکت سمجھ کر مولانا محمود صاحب نے لے لیا اور تھوڑا سا اس میں سے پی لیا، اس پر مولانا زین العابدین صاحب بہت خفا ہوئے کہ جب میں نے اسے اپنے شاگرد کو دیا تو آپ نے کیوں لے لیا؟ حالاں کہ آپ مولانا محمود صاحب کا احترام صاحب نسبت ہونے اور بزرگ ہونے کی بنا پر بہت زیادہ کرتے تھے۔

آنکھوں میں آنسو: مولانا محمد عمر صاحب نے بتایا کہ میں نے مولانا زین العابدین صاحب کی آنکھوں میں تین واقعے کے بیان کرنے کے وقت آنسو دیکھے ہیں جو بے اختیار نکل آتے تھے۔ ایک تو جب حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہو کر صاحب فراش ہو گئے اس وقت مولانا زین العابدین صاحب جو آپ کے شاگرد تھے اور آسام میں پڑھا رہے تھے، کو حضرت شیخ الاسلام نے دارالعلوم دیوبند میں شیخ الحدیث بنانے کے لیے کئی بار یاد فرمایا اور آپ کو بلانے کے لیے زور دیا، اس وقت لوگ دوسرے دوسرے علما کو بلا کر آپ کے سامنے حاضر کرتے رہے، جس پر حضرت شیخ الاسلام خفا ہو گئے اور صاف لفظوں میں کہا کہ مولانا زین العابدین صاحب اعظمی کو بلائیے، بہرحال آپ جب دیوبند حاضر ہوئے اسی وقت حضرت شیخ الاسلام اس دارفانی سے کوچ کر گئے اور ان کی آرزو پوری نہ ہو سکی۔ اس واقعہ کے بیان کرتے وقت حضرت مولانا زین العابدین صاحب کی آنکھ سے آنسو رواں ہوجاتے۔

دوسرے اس وقت جب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دیگر مریدین کی طرح حضرت مولانا زین العابدین صاحب کو خلافت دینے کے لیے طلب کیا، مگر اس وقت حضرت کی اہلیہ محترمہ کی طبیعت بہت خراب تھی، حتیٰ کہ جنون کی سی کیفیت ان پر طاری ہوجاتی تھی، اور یہ کیفیت زیادہ دنوں تک رہ گئی، جس کی بنا پر جب تک آپ اپنے شیخ کے یہاں پہنچتے، تب تک اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وقت موعود آپہنچا اور حضرت شیخ الحدیث کا قصد پورا نہ ہو سکا اور حضرت مولانا زین العابدین صاحب ان کی خلافت واجازت سے محروم رہ گئے، آپ جب اس

واقعے کا ذکر کرتے تو بے اختیار آپ رونے لگتے۔

تیسرے اس وقت جب مولانا زین العابدین صاحب نے کسی بزرگ کا واقعہ بیان کیا کہ شیطان ان کے سامنے آیا اور زمین سے آسمان تک نور ہی نور کر دیا اور پھر کہا کہ انا الحق یعنی میں اللہ تعالیٰ ہوں۔اس بزرگ نے اس کے دعوے کو تسلیم نہیں کیا اور کہا اللہ تعالیٰ کو کوئی شخص دنیا میں ان آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا، شیطان نے کہا کہ تم اپنے علم کی وجہ سے میرے جال سے بچ گئے، بزرگ نے کہا کہ اب تو مجھے یقین ہو گیا کہ تم شیطان ہو، مردود! میں اپنے علم کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بچا ہوا ہوں۔اس پر شیطان نے کہا کہ میں نے اسی جال میں ہزاروں شیوخ کو بہکا دیا ہے۔اس واقعے پر حضرت مولانا زین العابدین صاحب نے فرمایا کہ میرے ساتھ بھی شیطان نے ایسا کیا ہے۔مگر اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت فرمائی، اس ابتلا کے ذکر پر حضرت مرشدنا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم لوگوں نے حضرت مولانا زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی، مگر حضرت کی بسیار توجہ اور شفقت کے باوجود اپنی نااہلی سے کچھ استفادہ نہیں کر سکے، اور نہ ہی حضرت کے مقام ومنزلت کو پہچان سکے۔البتہ حضرت کی خانقاہ سے جڑے رہے اور جب حضرت مرشد اول نے اپنے مرض الموت میں اپنے باصلاحیت خلیفہ حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب مدظلہ العالی گجرات پر یہ ذمہ داری ڈالی کہ ربانی خانقاہ کے بقا اور ترقی کے لیے آپ ہر سال ایک عشرہ یہاں اعتکاف کریں، تب سے برابر حضرت تشریف لا رہے ہیں اور لوگوں کو بیعت کر رہے ہیں۔راقم الحروف انصار احمد معروفی بھی حضرت سے وابستہ ہو کر بقدر استطاعت استفادہ کرتا رہا ہے۔

پیر ومرشد سے ملاقات کے لیے مسترشدین کی تشریف آوری:

حضرت سے ملاقات کے لیے پورہ معروف کے علماء برابر خانقاہ میں تشریف لے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ قرب وجوار کے دیگر حضرات بھی حضرت سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کرتے رہتے ہیں۔دوسرے اور تیسرے رمضان المبارک کو مبارک پور سے مولانا خالد سعید صاحب، ان کے بھائی مولانا عبدالعزیز صاحب، تشریف لائے، آپ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں شعبہ تخصص فی الحدیث کے استاذ اور حضرت مولانا زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی شاگرد اور ان کے مخلصین میں سے ہیں۔کوپاگنج سے مولانا وصی اللہ صاحب، تشریف لائے، جو مرشد اول حضرت مولانا زین العابدین صاحب سے بیعت تھے، مئو سے مولانا عبدالباسط صاحب اور مولانا ارشاد الحق صاحب، سابق استاذ جامعہ رشیدیہ بمہور، اعظم گڑھ، بیگوسرائے بہار کے علما کا قافلہ اور دیگر حضرات برابر پہنچ رہے ہیں۔جن میں مولانا فیاض عالم صاحب قابلِ ذکر ہیں۔بیگوسرائے سے تشریف لانے والے علمائے کرام میں مولانا فیاض عالم صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں اور پھر کان پور میں حاصل کی، بعد میں 2002 میں مظاہر علوم سہارنپور سے فضیلت کی۔

6 رمضان المبارک کو گاؤں "لیرو، کوپاگنج" سے حاجی نورالدین صاحب اور محلہ پارہ سے قاری وکیل احمد صاحب نابینا، سابق استاذ مدرسہ اشاعت العلوم تشریف لائے۔قاری عبدالستار صاحب مدظلہ العالی نے ذکر جہری کے بعد دعا سے قبل حاضرین کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بہت تیزی سے رمضان المبارک گزر رہا ہے۔آج پانچ دن ہو گئے، ہمیں چاہیے کہ ہم اس مہینہ کا احترام کریں۔اور تلاوتِ قرآن مجید کا بہت اہتمام کریں۔آپ دیکھیے ہمارے قریبی اسلاف حضرت مولانا شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلاوت قرآن کا کتنا اہتمام کرتے تھے۔اسی کے ساتھ یہ مہینہ دعا کا بھی ہے۔اللہ تعالیٰ نے خود دعا کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور اسے قبول کرنے کی بشارت بھی سنائی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "**وقال ربکم ادعونی استجب لکم**" آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان کو روزانہ کم از کم نصف گھنٹہ دعا میں خرچ کرنا چاہیے۔یہ آدھا گھنٹہ مختلف اوقات کی دعاؤں میں تقسیم کر کے کیا جا سکتا ہے، اپنی دعاؤں میں اپنی ضرورتوں کے ساتھ پوری امت مسلمہ کے لیے مانگیں۔اللہ تعالیٰ انھیں قبول فرمائے گا۔

مولانا محمد یعقوب صاحب کے متعلق بالا میں ذکر آ چکا ہے۔آپ حضرت مولانا زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، آپ کے انتقال 2013 کے بعد ابھی آپ نے کسی شیخ کی جانب رجوع کر کے تجدید بیعت نہیں کی ہے، البتہ جب آپ کے شیخ کا انتقال ہوا تو انھوں نے اپنے خلیفہ حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب سے فون پر اس بات کی تاکید کر دی تھی کہ آپ ہر سال ربانی خانقاہ آیا کریں، اس وقت قاری صاحب نے طویل المسافت سفر سے متعلق کچھ عذر کی باتیں کہی تھیں، اور پھر اس شرط پر پورہ معروف آنے کے لیے رضامندی ظاہر کی کہ مولانا محمد

یعقوب صاحب بھی شریک سفر رہیں۔ تب سے مولانا ہر سال قاری صاحب کے ہمراہ آتے ہیں اور ایک عشرہ سے زیادہ قیام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی عمروں میں برکت عطا فرمائے آمین۔ مولانا محمد یعقوب صاحب کی معرفت میرے نسبتی بھائی اور میرے ہم نام سے فون پر بات چیت ہوئی، چوں کہ ان کا نمبر میرے پاس محفوظ نہیں تھا، جو مولانا کے ذریعے حاصل ہوا اور انھی کے فون سے رابطہ بھی ہوا۔

صلہ رحمی کا انداز: مولانا ماسٹر محمد یعقوب صاحب نیک فطرت اور دور اندیش ہیں، صلہ رحمی میں ممتاز اور دلجوئی میں منفرد مقام رکھتے ہیں، انھوں نے بتایا کہ یہاں آنے سے پہلے میں نے اپنے کھیتوں میں کئی کئی گھنٹہ کام کیا ہے، جس میں آلو اور زیرے کی کاشت کی ہے، میں رات کو بھی اپنے گھر کے بجائے اللہ تعالیٰ کے گھر میں قیام کرتا ہوں، چوں کہ اس سفر میں دو ہفتے سے زیادہ کا وقت درکار ہوتا ہے اس لیے سفر میں نکلنے سے پہلے اپنی چاروں بہنوں کو گاڑی سے لے آیا، جب کہ وہ پچاس پچاس کیلومیٹر کی دوری پر واقع ہیں، تاکہ ان کی دلجوئی حاصل ہو اور وہ مجھ سے خوش رہیں، یہ باتیں انھوں نے بہنوں کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کے متعلق کہی، جب کہ بعض لوگ اس سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ آپ کی صلہ رحمی سے محبت کا یہ عالم ہے کہ آپ جب پورہ معروف تشریف لاتے ہیں تو اپنے شیخ حضرت مولانا زین العابدین صاحب کی جو صاحب زادیاں شادی کے بعد الگ الگ جگہوں پر مقیم ہیں، باری باری ان سے ملنے جاتے ہیں، ان کی خبر گیری کرتے ہیں اور ان کی خیریت دریافت کرکے قلبی تسکین حاصل کرتے ہیں، تاکہ ہمارے شیخ کو بھی روحانی سکون واطمینان حاصل ہو۔ آپ نے اصلاحی نسبت حضرت مولانا زین العابدین صاحب سے قائم کی، ان کی وفات کے بعد اگر چہ اب تک باقاعدہ کسی شیخ سے اصلاحی تعلق قائم نہیں کیا، مگر وہ قاری صاحب سے گہری محبت اور عقیدت رکھتے ہیں، اس لیے اب تک برابر آپ کے ہمراہ پورہ معروف تشریف لاتے ہیں۔ حافظ احمد ابن مولوی عبد الحفیظ صاحب ایلول ضلع سابر کانٹھا گجرات، حضرت قاری صاحب کے ہمراہ مخلص خادم کی حیثیت سے مسلسل کئی سال سے پورہ معروف آتے ہیں اور بڑی ہوشیاری اور عقیدت کے ساتھ حضرت کا منشا سمجھ کر خدمت میں جٹے رہتے ہیں، حضرت کے قریب ہی ان کا بستر لگا رہتا ہے تاکہ ایک آواز پر بیدار ہوکر تکمیل ضروریات میں اپنی خدمت پیش کرسکیں۔

انھوں نے جامعہ امین القرآن پان پور میں حفظ کیا۔ عالمیت وفضیلت جامعہ اسلامیہ امداد العلوم وڈالی گجرات میں رہ کر حاصل کر رہے ہیں، موقوف علیہ کے بعد اب شوال سے دورہ حدیث شریف میں داخل ہوں گے۔ آپ سعادت مندی کے ساتھ بطور خادم حضرت مولانا قاری عبد الستار صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ رہتے ہیں۔ اور خدمت کرکے خوشی محسوس کرتے ہیں۔ آپ حافظ ہیں، اس لیے ایک صاحب کے مکان پر روزانہ ایک پارہ قرآن سناتے ہیں۔

آج چھٹواں روزہ ہے، حضرت مولانا کی طبیعت کچھ ناساز ہے، نزلہ اور زکام کا حملہ ہے، یونانی دوا استعمال کی جارہی ہے، ابھی افاقہ نہیں۔ اس کے باوجود حضرت نے معمول کے مطابق تلاوت فرمائی، مسائل کی تعلیم بہشتی زیور سے احقر نے کی، نیز ظہر کی نماز کے بعد ختم خواجگان ہوا، مولانا عبد الرحیم صاحب نے دعا کرائی، پھر اکمال الشیم کی تعلیم بندہ نے کی۔ تعلیم کے بعد جو لوگ بیعت ہوئے ان میں مولانا ابوالکلام قاسمی ابن بشیر احمد پارہ، حکیم نذیر احمد ابن حکیم مولانا مشتاق احمد صاحب محلہ بلوہ، اور جناب حفظ الرحمن صاحب ابن جناب ممتاز احمد صاحب کوئریا پار، خلیفہ حضرت مولانا زین العابدین صاحب شامل ہیں۔

مولانا ابوالکلام صاحب قاسمی ہمارے فارسی سے دورہ حدیث تک کے ساتھی ہیں۔ دار العلوم دیوبند سے فضیلت کی تکمیل 1985 میں کی۔ اعظم گڑھ کے بہت سے گاؤں اور دیہات میں تدریسی خدمات انجام دیں پھر فتح پور تال نرجا مئو یوپی میں کئی سال پڑھایا، اس وقت گھر کئی سال سے مقیم ہیں اور نئی بستی پارہ پر رہتے ہیں۔

حضرت نے خطبہ پڑھا اور بیعت کے سلسلے کی آیتیں پڑھیں، پھر کلمہ کی تجدید کرائی اور کفر وشرک سے بیزاری کا اظہار کرایا، پھر اثبات میں نماز وغیرہ کی ادائیگی کی تاکید کی۔ روزانہ کا ورد وظیفہ دینے سے پہلے حضرت نے فرمایا کہ میرے نزدیک جو اصول ہے وہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ والا ہے کہ سب سے پہلے گناہ سے دور رہیں، اس کے بعد ذکر شروع کریں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو یوں ہی مجدد نہیں کہا جاتا تھا، وہ ان باتوں کی بھی اصلاح کرتے تھے جن کی طرف عموماً لوگوں کی توجہ نہیں ہوتی۔ جیسے مسجد میں آئے اور دوسروں کے جوتے چپل ہٹا کر اپنے جوتے ان کی جگہوں پر رکھ دیے، حضرت فرماتے کہ یہ بھی گناہ ہے اور ایذائے مسلم ہے۔ اس لیے گناہ کے قریب بھی نہ جائیں، اگر بشریت کے تقاضے سے گناہ ہوجائے

تو فوراً توبہ کریں اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کریں، گناہ سے بچنے کے لیے لوگ وظیفہ پوچھتے ہیں، کبھی سوال کرتے ہیں کہ میرے معمولات پورے نہیں ہوتے، کوئی وظیفہ بتادیجیے، میں کہتا ہوں کہ جب ایک وظیفہ پورا نہیں کرپاتے تو اس کی تکمیل کے لیے دوسرا وظیفہ کیسے پورا کروگے؟

اس لیے گناہ سے بچنے کے لیے پہلے اس کا انجام سوچیں کہ پانچ چھ منٹ کے اس گناہ کا انجام کیا ہوگا؟ جیسے باہر نکلے، کسی عورت پر نگاہ پڑی، اس کو دیکھنے سے قبل اس کے انجام پر غور کرلیں، تو ان شاء اللہ گناہ نہیں ہوگا۔ حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب مدظلہ العالی نے پھر ان بیعت ہونے والوں کو تسبیحات بتلائی۔ اور سب سے پہلے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! میرا ذکر خوب کثرت سے کیا کرو اور صبح وشام اس کی پاکی بیان کرو۔ ذکر کی کثرت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے مگر معمول کے طور پر عادت ڈالنے کے لیے تین تین تسبیحات کی مشق کرائی جاتی ہے، ان میں تیسرا کلمہ ہے، وقت ہو تو ان تسبیحات کو خوب دھیان لگا کر صبح وشام کسی جگہ بیٹھ کر پڑھیں، یہ بہت اونچے کلمے ہیں۔

مسلم شریف کی حدیث ہے جو حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ احب الکلام الی اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک چار کلمے تمام کلموں میں محبوب ہیں۔ وہ سبحان اللہ، الحمدللہ، لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر ہیں۔ جو ان کی پابندی کرے گا وہ بھی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوجائے گا۔ دوسری تسبیح درود شریف کی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس امت پر بہت احسانات ہیں، یوں بھی درود شریف پڑھنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دیا ہے، اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبہ کا لحاظ کرکے صبح وشام درود شریف پڑھا کریں۔ تیسری تسبیح استغفار کی ہے، ہم سے شعوری اور غیر شعوری طور پر چلتے پھرتے گناہ ہوتے رہتے ہیں، اس لیے استغفار کی کثرت کریں، پھر قاری صاحب نے استغفار کے تین صیغے پڑھے، اور کہا جیسا موقع ہو اس کے مطابق استغفار پڑھا کریں۔

حضرت کی طبیعت اگرچہ ناساز گارتھی، مگر آپ نے تفصیل سے تسبیحات سے متعلق کلام کیا۔ اور بعد میں کہا کہ غیر رمضان میں ایک پارہ کی تلاوت ضرور کرلیا کریں، ایک مہینہ میں ایک ختم قرآن ہوجانا چاہیے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ یہ ابتدائی اور ہلکے پھلکے معمول ہیں، ان کی جب پابندی ہوجائے گی تو پھر دوازدہ تسبیح یعنی ذکر جہری دیا جائے گا، یہاں آپ کی رہبری کرنے والے لوگ موجود ہیں، پھر حضرت نے اپنے کئی مجاز صحبت کا نام لیا، کہ یہ لوگ آگے کی تسبیح اور معمولات بتادیں گے۔ پھر حضرت نے دعا فرمائی۔ عصر کی نماز کے بعد متصلاً ذکر جہری، شجرہ سلاسل اور پھر دعا ہوئی، اس ذکر اور دعا میں سب سے زیادہ مجمع ہوتا ہے۔ دعا افطار سے دس منٹ پہلے ختم ہوتی ہے۔ مغرب کی نماز کے بعد انفرادی اعمال جاری رہتے ہیں، اسی وقفے چائے نوشی ہوتی ہے اور اوابین کی نماز کے علاوہ تلاوت اور باقی ماندہ ذکر مکمل کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد اجتماعی ایک پروگرام تراویح کے بعد ہوتا ہے، جس میں شرکا سورہ یاسین پڑھتے ہیں، پھر کشکول باطن مرتب مولانا عبدالباطن صاحب جون پوری کی پانچ منٹ تعلیم ہوتی ہے، اس کے بعد کھانے وغیرہ کا عمل ہوتا ہے۔ لوگ حضرت سے عقیدت ومحبت میں ملاقات کرنے کے لیے متعدد اوقات میں تشریف لاتے ہیں اور کچھ لوگ ساتھ میں بچوں کو بھی لاتے ہیں، کتنے تو اپنے ساتھ کوئی ہدیہ اور تحفہ کے بجائے بوتلوں میں پانی اور تیل لے کر دم کرانے آتے ہیں، غنیمت ہے کہ حضرت تعویذ وغیرہ نہیں لکھتے، ورنہ مرد تو مرد، عورتوں کو بھی روکنا مشکل ہوجاتا۔ عموماً لوگ کسی کے آرام وراحت اور ان کی خلوت کا بھی لحاظ نہیں کرتے، جب کہ حضرت کے لیے ہروقت بے دھڑک ملاقات اور تضییع اوقات سے تحفظ کے لیے پردہ لگادیا گیا ہے، بزرگوں اور اکابر سے ملاقات کے آداب اور ان سے ملنے کے طور طریقے سے اکثر حضرات نابلد ہیں، اور ایسا ہر جگہ اور سب کے ساتھ ہوتا رہتا ہے، خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے ناتجربہ کار بدوؤں سے محفوظ نہیں رہ سکے، اور حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے غیر مہذب لوگوں کو زندگی بھر جھیلتے اور کڑھتے رہے، جس کی بنا پر انھیں ملاقات کے لیے سخت اقدامات کرنے پڑے۔

حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب جب قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں تو مخارج کی رعایت کے ساتھ بہت ترتیل سے پڑھتے ہیں، کہنے لگے کہ مجھے ایک پارہ کی تلاوت میں پون گھنٹہ لگ جاتا ہے۔ نمازوں میں تسبیحات بھی آپ بہت اطمینان سے پوری کرتے ہیں اور خشوع وخضوع کے ساتھ ارکان کی ادائیگی کرتے ہیں۔ فرمانے لگے کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نمازوں میں تسبیحات جیسے سبحان ربی العظیم کو بہت اطمینان سے مخرج سے ادا کرتے تھے۔ حضرت نے اس کو اپنی زبان سے ادا کرکے بتایا۔

مولانا ثناء اللہ صاحب مئو سے حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب مدظلہ العالی سے ملاقات کے لیے تشریف لائے، آپ کے ساتھ ہم لوگوں نے 1981 یا 82 کے شروع میں شبلی کالج میں مولوی کا امتحان دیا تھا۔ جلالین تک مرکزی دارالعلوم محمدیہ گھوسی میں پھر مئو دارالعلوم میں پڑھا،

بعدہ مظہر العلوم بنارس سے فراغت 1985 میں حاصل کی۔ مئو میں گھر بنالیا ہے اور دعا تعویذ کا نفع بخش کام کرتے ہیں، ان کا ظاہری ڈیل ڈول ان کی وسعت وفراخی کا مظہر ہے، انھوں نے حضرت مولانا زین العابدین صاحب سے استفادہ کیا ہے۔

ظہر کے بعد تین حضرات رکسول بہار سے تشریف لائے ۔ یہ تینوں آپس میں بھائی ہیں۔ٹرین کے کینسل ہوجانے کے بعد انھیں بہت سی مشقتوں کا سامنا کرنا پڑا، مگر چونکہ دل میں ٹھان لیا تھا کہ حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب سے ملاقات ضرور کریں گے، اس لیے بذریعہ بس پھر گورکھپور سے چلے، اور خیر وعافیت سے خانقاہ میں پہنچے۔

حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب اسی سفر میں ان کے یہاں افادہ کے لیے تشریف لے جاچکے ہیں۔ان میں محمد سمیع اللہ صاحب ہیں جو کاشتکاری کرتے ہیں۔اورنو کاٹولہ، رکسول۔ میں رہتے ہیں۔دوسرے بھائی محمد انعام اللہ ہیں یہ بھی گھریلو کام میں مشغول ہیں، جب کہ حافظ صبغت اللہ صاحب نے حفظ سمرا میں کیا ہے، 1995 میں۔سمرا میں حافظ خلیل صاحب آپ کے استاذ ہیں۔آپ فی الحال رکسول میں اردو ٹیچر ہیں۔حضرت سے محبت کرتے ہیں اور بیعت ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ساتویں رمضان المبارک کو بیعت ہونے والوں میں نئی بستی بلوہ کے مولانا ارشاد احمد عمری سابق ناظم مدرسہ تعلیم القرآن ہیں۔آپ پہلے حضرت مولانا زین العابدین صاحب کے خلیفہ حضرت حافظ عبداللطیف صاحب سے بیعت ہوئے، جب کہ حضرت مولانا زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ باحیات تھے، اوراب آپ نے حضرت کا دامن تھام لیا ہے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم مدرسہ معروفیہ میں ہوئی، جلالین ومشکوۃ کی تعلیم مظہر العلوم بنارس میں پائی اور فراغت دارالعلوم دیوبند سے 1982 کیمپ کے زمانے میں ہوئی۔تکمیل ادب میں آپ نے داخلہ لیا مگر بقرعید تک رہ کر کچھ مجبوری کی وجہ سے گھر آ گئے۔فراغت کے بعد جامعۃ الرشاد، اعظم گڑھ، نوادہ مبارک پور اور انجان شہید اعظم گڑھ میں پڑھایا۔مؤخر الذکر میں آپ فی الحال استاذ ہیں، اپنے محلہ کے مدرسہ تعلیم القرآن کے دس سال سے زیادہ تک ناظم رہے۔

آج مولانا ریاست علی صاحب دیوریا سے تشریف لائے، آپ 1965 میں اپنے آبائی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم پرتاب گڑھ میں پائی، پھر شاہی مراد آباد میں داخل ہوکر فضیلت کی تکمیل 1984 میں کی، اسی دوران پہلے آپ نے اپنا اصلاحی تعلق ابوالابرار حضرت مولانا عبد الجبار صاحب سے قائم کیا، ان کے 1989ء میں وصال کے بعد ان کے خلیفہ حضرت مولانا زین العابدین صاحب کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے، حضرت کے بعد حضرت کے خلیفہ حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب سے بیعت ہوکر اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے، آپ دیوریا کے ایک سرکاری مدرسہ میں پرنسپل ہیں۔آپ کے ساتھ سات اور مسترشدین تشریف لائے، جن میں سے اکثر حضرات آپ کے مدرسہ میں مدرس ہیں۔

اس دن خانقاہ میں مہمانوں کی کثرت تھی، پالن پور کی ایک جماعت کو بھی یہیں مدعو کرلیا گیا تھا، اگر چہ وہ جامع مسجد میں مقیم تھے مگر ہر پروگرام اور افطار وسحر میں شریک رہتے تھے، حضرت کے ساتھ جو مہمان گجرات سے تشریف لائے تھے، ان میں سے کئی لوگ اس جماعت سے متعارف؛ بلکہ کچھ رشتے دار بھی تھے، یہ شوری کی جماعت تھی، ہمارے محلہ میں ایک جماعت میرٹھ کی دہلی مرکز سے بھی آئی ہے اور محنت کر رہی ہے۔

عصر کی نماز کے بعد ذکر جہری ہوا، دعا سے قبل حضرت قاری صاحب نے تین چار منٹ کی تذکیر میں یہ بات کہی کہ اللہ تعالیٰ کو دین داری پسند ہے اور وہ رنگ اور شکل سے اوپر اٹھ کر دیندار لوگوں کو پسند کرتا ہے۔اس بات کا اعلان اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم. یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ محبوب ہیں جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہوں۔انسان اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ میں مالدار بن جاؤں، جائیداد والا بن جاؤں، مگر ہمیں کوشش کرکے اللہ والا بننا چاہیے، اس کے لیے اللہ والوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔آپ نے فرمایا کہ ایک شخص دنیاوی اعتبار سے مال ودولت میں بڑھا ہوا ہے، لوگ اس کی باتیں توجہ سے سنتے ہیں، مگر اس کے اندر دینداری نہیں ہے، جب کہ دوسرا شخص دیندار ہے، مگر اس کے پاس مال ودولت نہیں ہے، اس لیے لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے ، مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مفلس مگر دیندار شخص کا رتبہ پہلے والے شخص سے بہت بڑھا ہوا ہے۔

حضرت سے بیعت ہونے والوں میں حاجی نذیر احمد بلوہ کے دونوں صاحب زادے شکیل احمد اور محمد اسلم شامل ہیں، جب کہ اسی دن مولانا

قاری عظیم الرحمٰن صاحب قاسمی ابن جناب عبدالحق صاحب محلہ بلوہ سابق استاذ مدرسہ معروفیہ بھی آپ سے بیعت ہوئے، جو بڑے حضرت مولانا زین العابدین صاحب کے مریدین میں شامل تھے،آپ مولانا شبیر احمد مشتاق صاحب کے درسی ساتھی رہے ہیں اور بارہ بنکی، کے علاوہ مدرسہ معروفیہ میں بیس سال سے زیادہ تجوید وقرات کی تعلیم دی ہے، اسی کے ساتھ حفظ بھی دوران تدریس کرلیا ہے اور اب تک کلام اللہ سینے میں کثرت تلاوت کی وجہ سے محفوظ ہے۔ خانقاہی مزاج رکھتے ہیں اور اولیاء اللہ سے دلی محبت رکھنے والے ہیں۔

اس کے علاوہ مولوی حافظ امداد اللہ ابن عزیز الرحمن محلہ بلوہ بھی قاری صاحب سے بیعت ہوئے، جو تبلیغی جماعت میں حصہ لیا کرتے ہیں۔ آپ کی عمر پچاس برس کے قریب ہوگی۔ مولوی امداداللہ مدرسہ معروفیہ میں عربی چہارم تک پورا کیا مگر کچھ مجبوریوں کی وجہ سے تعلیم مکمل نہیں ہوسکی ،پھر جناب ممتاز احمد صاحب سے کوئریا پار میں بیعت ہوئے، ان کے انتقال کے بعد اب حضرت قاری صاحب سے بیعت ہوئے۔ تدریسی زندگی کرہاں کے مکتب میں 1997 میں گزاری۔ اس کے بعد فخرالدین پور سٹھیاوں میں 1998 میں مکتب میں پڑھایا۔ دوسرے بیعت ہونے والوں میں نئی بستی پارہ کے حاجی محمد؛ جن کو لڈو حاجی کہا جاتا ہے، شامل ہیں، آپ بازار پورہ معروف میں چنا اور مونگ پھلی بیچتے ہیں اور کبھی کبھی جماعت میں بھی جاتے ہیں۔

9 رمضان المبارک کو حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب مدظلہ العالی نے عصر کے بعد ذکر جہری سے متصل فرمایا کہ ہمیں اپنی نماز کو ظاہری اور باطنی طور پر درست کرنا چاہیے، مثلاً رکوع وسجود اچھی طرح سے ادا کریں، اور ان کی تسبیحات کو خوب اطمینان سے پڑھیں، اسی کے ساتھ التحیات وغیرہ دھیان کے ساتھ پڑھیں، اس کا معنیٰ اور مفہوم اگر معلوم ہو تو اس کو ذہن میں رکھ کر پڑھیں اور اگر معنی معلوم نہ ہو تو دھیان پیدا کرنے کے لیے یہ کریں کہ جس لفظ کو ادا کریں، اس کے بعد والے جملے پر توجہ دیں کہ اب یہ پڑھنا ہے۔ اس طرح کوشش کرکے نماز میں دل لگائیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" قد افلح المؤمنون، الذین هم فی صلاتهم خاشعون "یعنی وہ مومن کامیاب ہیں جو اپنی نماز خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اس کو حاصل کرنے کے لیے کوشش کے ساتھ دعا بھی کرنے کی ضرورت ہے۔

رمضان المبارک میں ہم لوگ نماز، روزہ کے ساتھ زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نماز کے حکم کے ساتھ زکوٰۃ کا بھی حکم دیا ہے۔ ہم کو اس حکم کی تعمیل میں احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔ عورتوں کے پاس کچھ زیورات سونے چاندی کے ہوتے ہیں، اگر سونا اور چاندی دونوں ہے تو پھر اس کا وزن کرکے چاندی کا دام لگا کر اگر چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو اس عورت کو زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ یہ نہ سوچیں کہ سونا اور چاندی اپنے اپنے نصاب کو نہیں پہنچتے ،عورتیں اس معاملے میں بہت غفلت برتتی ہیں۔ یہ چند مفید باتیں بتا کر پھر حضرت نے دعا فرمائی۔ مجمع بہت زیادہ تھا، پوری مسجد ذکر و تلاوت کرنے والوں سے بھری ہوئی تھی۔

مقامی علمائے کرام میں جو اکثر اوقات حاضر رہتے ہیں اور پروگراموں میں شریک رہتے ہیں، ان میں مولانا شبیر احمد صاحب، مولانا رضوان الرحمٰن صاحب ،قاری عظیم الرحمٰن صاحب، مولانا محمد عمر صاحب، مولانا محمد عاصم صاحب، راقم الحروف انصار احمد معروفی، مولانا امتیاز احمد صاحب گلفام، مولانا مظہر الجبار صاحب، مولانا عبدالرحیم صاحب، مولانا عبدالغفور القاسمی، مولانا مختار احمد صاحب اور مولانا ابوالکلام صاحب وغیرہ شامل ہیں۔ جب کہ باہر سے آنے والے علمائے کرام میں مولانا خالد سعید صاحب، مولانا محمد مسلم صاحب، مولانا عبدالباسط صاحب وغیرہ سرفہرست ہیں۔

کل حج کمیٹی آف انڈیا کی جانب سے حج وعمرہ کی منظوری کا پروانہ عازمین حج کو میسیج کیا گیا، میں نے حج کا فارم بھر کر اپنے مرشد حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب مدظلہ العالی کو دعا کی درخواست کے واسطے فون کیا تھا، اس وقت حضرت نے فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کا نام قرعہ اندازی میں آجائے گا، کل پورے ملک میں دستور سابق کے برخلاف دو مہینہ تاخیر سے قرعہ اندازی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بندہ کا نام عازمین حج میں شامل کرلیا گیا ہے، میں اس وقت حضرت کے ساتھ خانقاہ ربانی میں موجود تھا۔ یہ بشارت افزا میسیج تراویح کے دوران سوا 9 بجے آیا۔ تراویح کے بعد جب سورہ یاسین پڑھی گئی اور تعلیم مکمل ہوگئی تو موبائل فون کھولا تو اس میسیج پر نظر پڑی، میسیج سمجھ لینے کے بعد میں نے حضرت کو خوشخبری سنائی۔

حضرت بہت خوش ہوئے اور دعا دینے کے بعد فرمایا کہ میں نے 1995 میں حج کیا تھا، اس وقت میری جیب میں کل 100 روپے تھے، ایک

صاحب نے کہا کہ آپ کو حج میں چلنا ہے، اس طرح انھوں نے حج ٹورز کمپنی سے اپنے خرچ پر مجھے حج کرا دیا۔ مولانا نے مجھے رائے دی کہ مفتی سعید احمد سہارنپوری کی کتاب "معلم الحجاج" ساتھ رکھیے گا، یہ بہت جامع کتاب ہے۔

مولانا نے اپنے گاؤں فون کر کے معلوم کیا کہ فلاں فلاں کا نام قرعہ اندازی میں آیا کہ نہیں؟ بعد میں انھیں بتایا گیا کہ نہیں آیا۔ پھر حضرت نے اپنے یہاں کے ایک صاحب کے بارے میں بتایا کہ وہ چھ سال سے فارم بھر رہے ہیں مگر اس سال بھی ان کا نام نہیں آسکا۔ حضرت نے بتایا کہ ان کا نام اس سال دس ہزار ویٹنگ لسٹ میں تھا، بتایا کہ ہمارے یہاں سے درخواستیں زیادہ ہوتی ہیں اور اس حساب سے کوٹہ کم ہوتا ہے۔ مگر ہمارے یوپی میں اس سال شاید سب کی درخواستیں منظور ہوگئی ہیں۔ کیوں کہ کوٹے سے کم درخواستیں پڑی تھیں۔

3/اپریل کو حضرت کی پورہ معروف سے روانگی تھی، ایک دن حضرت مولانا کو مولانا محمد مسلم صاحب کے یہاں جمڑی اعظم گڑھ میں گزارنا تھا، آخری دن حضرت تراویح کے بعد کھانے سے فارغ ہو کر نکلے، آپ کو رخصت کرنے اور مصافحہ کرنے کے لیے محبین و مسترشدین کا ازدحام تھا، آپ نے خانقاہ ربانی کا نظام بنایا اور فرمایا کہ یہاں کا نظام مولانا رضوان الرحمٰن صاحب قاسمی سنبھالیں گے، جو حضرت قاری صاحب کے خلیفہ و مجاز بیعت ہیں، جب کہ گیارہ بجے مسائل کی تعلیم مولانا مظہر الجبار صاحب کریں گے۔ جو بڑے حضرت کے آخری بیعت ہونے والوں میں شامل ہیں۔ ظہر کی نماز کے بعد ختم خواجگان اور سلوک و تصوف کی تعلیم مولانا عبد الرحیم صاحب کے ذمہ ہوگی جو بڑے حضرت کے بھتیجے اور شاگرد ہونے کے ساتھ ان کے مرید بھی ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ دوسرے عشرے میں سبھی مریدین یہیں خانقاہ ربانی میں جڑیں گے اور پروگرام میں شرکت کریں گے۔

حضرت مولانا قاری عبد الستار صاحب مدظلہ العالی نے مجھ سے فرمایا کہ آپ کو آخری عشرے کا اعتکاف اپنی فاطمہ مسجد محلہ بلوہ میں کرنا ہے اور یہی نظام چلانا ہے، جب کہ مولانا شبیر احمد صاحب اپنی مسجد طاہر میں معتکف رہ کر تمام اصلاحی نظام چلائیں گے اور مولانا محمد عمر صاحب اسلام پورہ بھی اپنے محلہ میں پورا خانقاہی نظام قائم کریں گے۔ یہ ساری باتیں حضرت نے تراویح کے بعد مشورے سے طے کیں اور سب نے اسے خوشی سے تسلیم کیا۔

بندہ انصار احمد معروفی کو آخری دن صبح دس بجے تلاوت کرنے کے بعد قے دست شروع ہوگیا، اس لیے بادل ناخواستہ گیارہ بجے گھر چلا آیا۔ اس وقت حضرت پہلے سے متعینہ پروگرام کے تحت جامعہ ام حبیبہ پورہ معروف میں دعا اور معائنہ کے واسطے تشریف لے گئے تھے، میں نے فون پر حضرت کو اپنی بیماری کی اطلاع دیدی، ارادہ تھا کہ شام تک افاقہ ہوگیا تو خانقاہ میں جاؤں گا، مگر طبیعت جانے لائق نہ ہونے کی وجہ سے گھر ہی افطار کیا، حضرت نے فرمایا تھا کہ تراویح کے بعد ہی سہی ملاقات کے لیے آجائیں، اس لیے کمزوری کے باوجود حضرت سے ملاقات کی غرض سے گاڑی سے پہنچا، جب حضرت نے سارے نظام کی اطلاع سنادی تو ان سے مل کر رخصت ہوا۔ حضرت کو 5 اپریل 13 رمضان کو گیارہ بجے صبح کو فون کیا تو معلوم ہوا کہ ٹرین تاخیر کے ساتھ اب احمد آباد اسٹیشن پہنچ رہی ہے، اور ہم لوگ اترنے کی تیاری میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت کی آمد اور قیام پورہ معروف کو اصلاح اور تصوف و طریقت کے فروغ کا ذریعہ بنائے، آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو صحت و عافیت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اعتکاف مسجد فاطمہ

مرشدنا حضرت مولانا قاری عبد الستار صاحب مدظلہ العالی نے پورہ معروف سے گجرات روانگی کے وقت اپنے مریدین کے لیے اعتکاف کی جگہیں مخصوص کر دی تھیں، مجھ سے فرمایا تھا کہ آپ اخیر عشرہ کا اعتکاف اپنے محلے کی مسجد میں کریں اور جتنا ممکن ہو، خانقاہ کا نظام بھی چلائیں۔

تعمیل ارشاد میں مسجد فاطمہ میں الحاج سہیل احمد بن نظام الدین صاحب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اعتکاف شروع ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بحسن وخوبی مکمل فرما کر قبول فرمالیں۔

کئی دن سے اپنی مسجد پر عصر کی نماز کے بعد ذکر جہری دوازدہ تسبیح کے ساتھ جاری تھا۔ آج بیسویں رمضان 1444ھ کو ظہر کی نماز کے بعد ختم خواجگان کے مبارک سلسلہ کا بھی آغاز ہوگیا ہے۔ ختم خواجگان میں پڑھے جانے والے اذکار مثلاً درود شریف، لاحول ولاقوۃ، سورۂ الم نشرح وغیرہ میں نے خوشخطی کے ساتھ لکھ کر کئی کاپی بنالی تھی، مگر آج مولانا شبیر احمد صاحب نے اس کی کئی کاپیاں کمپیوٹر والی لیمینیشن کے ساتھ بھجوادی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

ظہر کی نماز میں دیکھا تو گجرات کی شوریٰ کی جماعت موجود تھی، تشویش ہوئی کہ ان کا بھی پروگرام ہوگا اور آج ختمِ خواجگان کا بھی پہلا دن ہے۔ اس لیے میں نے جماعت کے ایک ذمہ دار سے بات کر کے کہہ دیا کہ میں نماز کی امامت کر کے ختم خواجگان اور جماعت کا اعلان کردوں گا، پہلے ختمِ خواجگان ہوگا اس کے بعد جماعت کے احباب بھی اپنی بات رکھ لیں۔ کیوں کہ ان کے پروگرام میں کم لوگ شریک ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اگر ختمِ خواجگان ہوگا تو آدمی ہی نہیں رہیں گے اس لیے ترتیب کے مطابق میں نے اعلان کردیا اور فوراً ختم کا سلسلہ شروع ہوا، الحمد للہ بہت لوگ شریک ہوئے۔ مختصر دعا ہوئی اور مجمع رکا ہوا تھا، میں نے امیر صاحب سے کہا کہ کھڑے ہوکر اپنی بات بھی رکھ دیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دونوں پروگرام کامیاب ہوا۔

عصر کی نماز کے بعد جماعت کا بیان ہوا۔ اس کے بعد ذکر ہوا، مغرب سے قبل گھر جا کر اعتکاف کا انتظام کیا اور مغرب سے دس پندرہ منٹ پہلے مسجد میں اعتکاف کی نیت سے داخل ہوگیا۔ آج تراویح میں چوبیس پارہ ختم ہوا۔ جماعت کے لوگوں نے تراویح کے بعد کھانا کھایا جب کہ معتکفین نے مغرب کے بعد کھانے سے فراغت حاصل کرلی۔

اعتکاف کے پہلے دن تھوڑی سی مسائل کی تعلیم ہوئی اور ظہر کے بعد ختمِ خواجگان ہوا، جماعت کے ایک ساتھی مولانا مفتی زین العابدین صاحب؛ جو کہ پان پور گجرات میں ابوداؤد شریف پڑھاتے ہیں، انھوں نے دعا کرائی۔ اس کے بعد تصوف کی تعلیم کے لیے معارف مثنوی سے احقر نے کچھ حصہ پڑھا۔ عصر کی نماز کے بعد ذکر جہری میں دو تین مریدین شریک تھے، دعا سے قبل میں نے دعا کی اہمیت سے متعلق چند اہم نکات قرآن وحدیث سے بتائے اور پھر دعا ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پورا اعتکاف بحسن وخوبی گزرا، اس سال 29 کی عید الفطر ادا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین ثم آمین۔

نکاح خوانی کے چکر میں

طنز ومزاح

انصار احمد معروفی

ہمیں کیا خبر تھی کہ ایک صاحب کی جانب سے ہماری عزت افزائی سے ہمارا مقام اتنا بلند ہوجائے گا کہ ہمیں اس کی مکافات میں اس سے زیادہ خرچ کرنے کی نوبت آجائے گی جتنی آمدنی بھی نہیں ہو پائی تھی۔ یہ بیلنس جتنی مشقت بلکہ خفت اٹھانے کے بعد بڑھا تھا، اس سے زیادہ آسانی سے خرچ ہوگیا۔ مگر اس واقعہ سے کچھ فائدہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، تاہم اس حادثہ سے یہ علم ضرور ہوگیا کہ مولویوں کی آمدنی اور خوشحالی سے کسی کو خوشی ہو چاہے نہ ہو، مگر اس سے جلن ضرور ہوتی ہے اور ان کی جلن کی آگ اس وقت تک ٹھنڈی نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ لوگ اس کی آمدنی سے زیادہ خرچ نہ کرالیں۔ طرفہ تماشا یہ کہ یہ سب کام تعلق کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اور اسے محبت کی نذر چڑھا دیا جاتا ہے اور اپنے ہی لوگوں کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

ایک پڑوسی کے دل میں نہ جانے ایک دن کیسے یہ خیال گزرا کہ فلاں شخص کو بھی کبھی نکاح خوانی کا موقع دے کر ان پر احسان کرنا چاہیے اور وقتاً فوقتاً اس احسان کا اظہار کر کے اس کی قیمت وصول کرنی چاہیے۔ بہت دنوں تک نظر انداز کرنا بھی اچھی بات نہیں ہے۔

ایسے ماحول میں کہ جہاں قدم قدم پر مولویوں کا خواہ مخواہ سامنا ہوجاتا ہو، وہاں نکاح خوانی کا موقع کم ہی دستیاب ہوتا ہے۔ سو ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔

اب ہم نے خطبۂ نکاح اور قرآن وحدیث کے معروف اجزا کا ورد کرنا شروع کردیا، سوچا کہ کسی وقت اس کی عملی مشق بھی کر کے دیکھ لیں، مگر صرف اتنے سے کیا ہوگا؟ اس کے قبل بھی ایک عمل کیا جاتا ہے جسے "اجازت" کہتے ہیں۔ یہ اجازت کیسے لی جاتی ہے؟ اس کے مروجہ الفاظ کیا ہوتے ہیں؟

پہلے تو اس عمل سے گزرنا پڑے گا۔مگر یہ سوچ کر یک گونہ تسلی ہوئی کہ چلو یہ کام تو عورتوں کی بھیڑ میں انجام دیا جاتا ہے، اگر الفاظ میں تقدیم وتاخیر کچھ ہوگئی تو عورتیں بھلا کیا سمجھیں؟ اور پھر وہ تو اس گھڑی رونے دھونے میں مصروف رہتی ہیں، یا تسلی دینے اور بسم اللہ کرانے میں اپنا دھیان لگائے رکھتی ہیں، انھیں الفاظ کے الجھاؤ سے کیا لینا دینا؟ اس طرح یہاں پہلا مرحلہ عورتوں کی جہالت کے صدقے میں آسانی سے طے ہو جائے گا۔معاً ذہن میں یہ خیال کوندا کہ ان عورتوں اور لڑکیوں کو اتنے ہلکے میں نہیں لینا چاہیے، کیوں کہ جگہ جگہ جامعۃ الصالحات کھل جانے سے ان کا ذہن بھی کھل چکا ہے اور وہ لڑکوں سے زیادہ تعلیم یافتہ ہو چکی ہیں، بس تھوڑی دیر کے لیے فوراً ان مولویوں کو کوسنا شروع کر دیا جو ان لڑکیوں کو فارغات بنانے اور شیخ الحدیث بننے کے لیے نسواں کے ادارے کھول کر بیٹھ گئے ہیں اور ہمارے لیے رنج وافسوس کا ذریعہ بن رہے ہیں۔

سوچا کہ مولوی ہو کر اتنا کیا سوچنا؟ کیا فقہ کی کتابیں پڑھے پڑھائے نہیں ہیں؟ اس کا مطالعہ مناسب ہوگا۔اب جب عربی کی چند امہات الکتب کی ورق گردانی شروع کی اور اجازت لینے کا طریقہ تلاش کرنے لگا تو ماں تو ماں، نانی یاد آنے لگی، کیوں کہ تلاش کے دوران اس کی کہیں رہنمائی نہیں مل سکی کہ جب اجازت لینے جائیں تو پوری بات کیسے کہیں؟ کہاں سے شروع کریں اور کتنی دیر میں ختم کریں؟ کم از کم کہیں اس کے شارحین ایک لائن میں کند ذہن وکیلوں کے لیے بھی اجازت کا مکمل جملہ لکھ دیتے تو کون سی کتاب ضخیم ہو جاتی؟ ورق گردانی کرتے کرتے "کتاب الطلاق" میں جا پہنچے، دل بہت زور سے اچھل پڑا، ابھی نکاح ہوا ہی نہیں، بلکہ اجازت بھی نہیں لی اور بات طلاق تک جا پہنچی، ارادہ ہوا کہ اس سلسلے میں ماہرین سے مشورہ کیا جائے اور ان پرانے چراغوں سے نیا چراغ روشن کیا جائے۔

مگر اس کام کے لیے ان کو تفصیل بتانی پڑے گی کہ ہم کو اچانک اس کی ضرورت کیوں آن پڑی؟ احساس ہونے لگا کہ اگر انھیں ہمارے خوف کا صحیح علم ہو گیا تو وہ ہماری تسلی کیلئے کہیں یہ نہ کہہ دیں کہ آپ اس نکاح خوانی کے پھیرے میں نہ آئیں اور ہمارا حق نہ چھینیں۔ یہ کام ہمی کو کرنے دیں۔اس لیے سوچا کہ اگر یہ مشورہ کسی دور دراز رہنے والے حضرات سے لیا جائے تو ٹانگ اڑانے کا خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ہم یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ایک صاحب کی رشتہ داری کی بنیاد پر نکاح خوانی کے ذریعے عزت افزائی جب کی گئی تو وہ اپنے کو اس قابل نہ سمجھ کر گھبرا رہے تھے مگر معذرت اس لیے نہیں کر پا رہے تھے کہ بنی بنائی عزت پر آنچ آسکتی تھی۔انھوں نے وہیں ایک گھاگ مگر اس کام کے ماہر سے جب کچھ اصلاح و رہنمائی کی درخواست کی تو انھوں نے کہا کہ میرے لیے آپ کی رہبری سے آسان ہے کہ میں ہی یہ کام کر دوں؟ مگر انھوں نے جب نکاح خوانی کے اعزاز یہ پر ان کے بجائے اپنے قبضے کی بات کہی تو وہ نہ جانے کدھر سرک لیے۔اور رہنمائی سے بھی ہاتھ کھینچ لیا۔

ہم نے بھی یہاں سوچ لیا کہ ہم اس چانس کو ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے اور اجازت کے مرحلے سے کسی طرح گزر جائیں گے۔کتابوں کے مطالعے سے اتنا تو معلوم ہو گیا تھا کہ اجازت لینے میں ہونے والے مجازی خدا کا نام اور تعارف ایسا ہونا چاہیے کہ لڑکی پر کوئی التباس نہ رہ جائے۔ہم نے گھر پر اہلیہ سے جب اس کا تذکرہ کیا اور کہا کہ آپ لوگ تو اس موقع پر موجود رہتی ہیں، کچھ بتائیے کہ جب قاضی گھر کے اندر اجازت لے کر اجازت لینے کے لیے پہنچتے ہیں تو وہ کیا کہتے ہیں اور کس طرح اپنی بات لڑکی تک پہنچاتے ہیں؟ اس نیک بخت نے ہماری مدد کے بجائے یہ کہہ کر ہمیں متحیر کر دیا کہ معلوم نہیں، ہمیں اور ہماری برادری کو اس وقت زور زور سے رونے کی تعلیم دی گئی ہے اور وہی ہم لوگ کرتے ہیں، بلکہ اس وقت قاضی کے علاوہ کوئی دوسرا بھی مرد جب اندر آتا ہے تو ہم اس کو اجازت لینے والا سمجھ کر رونا رلانا شروع کر دیتے ہیں، اگر چہ تھوڑی دیر بعد اپنی غلط فہمی پر ہنسی آنے لگتی ہے، مگر اتنے سے یہ ادراک ہو جاتا ہے کہ ہماری برادری ذہنی طور پر اس کے لیے تیار ہے اور ساتھ دینے والیوں کی مکمل پشت پناہی حاصل ہے۔اس نازک موڑ پر اہلیہ بھی کام نہیں آئی اور الٹے کہنے لگی کہ آپ تو پڑھنے پڑھانے والے مولوی ہیں، کیا آپ کو ابھی تک اس کا طریقہ نہیں معلوم؟

جب اپنے گھر والوں سے ہمیں کوئی امداد نہیں مل سکی تو ہمیں یہ مسئلہ حل کرنے کے لیے ان چھوٹی چھوٹی جنتریوں کا خیال آیا جو مدرسے والے چھاپ چھاپ کر امداد حاصل کرنے کے واسطے مفت تقسیم کرتے رہتے ہیں، مصیبت کی گھڑی میں چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی بعض اوقات بڑا بڑا کام کر دیتی ہیں، ہمیں اس کا تجربہ لاک ڈاؤن کے دوران گھر گھر قائم ہونے والے جمعہ میں خطبہ دینے کے وقت ہوا، مساجد میں خطبہ کی کتاب ایک تھی، اگر چہ بہت سے خطیب مختصر سے مختصر خطبہ لکھ کر واٹس ایپ اور سوشل میڈیا پر اپلوڈ کر دیتے تھے۔مگر جمعہ کے خطبہ کے لیے موبائل کا استعمال ذرا تقدس سے پرے معلوم ہوا، اس لیے اس نازک وقت میں یہی جنتریاں نئے نئے اماموں کا سہارا بنیں، ہم نے سوچا کہ ان میں نکاح خوانی کا

خطبہ موجود رہتا ہے، شاید اجازت لینے اور قبول کرانے کا طریقہ بھی بتایا گیا ہو۔

بڑی مشکل سے جب کتاب ہاتھ لگی، تو خطبۂ نکاح پر نگاہ پڑتے ہی دل خوش ہوگیا، اس کے پہلے والا صفحہ پلٹا، تو مرتب نے سب کو اس کام میں ماہر اور قابل سمجھ کر اس کے ذکر کو بہت معمولی سمجھا، سوچا کہ شاید بعد میں الگ سے کہیں ایجاب وقبول کا باب باندھا گیا ہو، مگر امید کی آخری شمع بھی تھر تھرا کر بجھ گئی اور کتاب گنتیوں اور ختم سحری ووقت افطار پر ختم ہوگئی۔

کیا محض نکاح کے خطبے سے نکاح مکمل ہوجاتا ہے؟ اب وقت آ گیا تھا یوم نکاح خوانی کا، اتفاق سے وہی دن" ویلنٹائن ڈے" یعنی یوم اظہار محبت کا تھا، جیسے جیسے اجازت لینے کا وقت قریب آ رہا تھا ویسے ویسے مخطوبہ کی دھڑکنوں کی طرح ہماری خفقانی کیفیت میں اضافہ ہو رہا تھا، نکاح خوانی سے انکار کرنے اور پیچھے ہٹنے کی گنجائش نہیں تھی، آگے بڑھنے میں دل کے ساتھ زبان بھی لرز رہی تھی، ارادہ ہوا کہ اس مخمصے سے اس طرح جان چھوٹ سکتی ہے کہ ہمیں تو اپنی ڈیوٹی پر جانا ہے، واپسی میں تاخیر کا احتمال ہے، اس لیے اجازت کوئی صاحب لے لیں، یہ کام کوئی مشکل نہیں ہے، ہم جب ظہر بعد آئیں گے تو اصل کام کر دیں گے، مگر اس میں مفاد پرست عناصر سے خطرہ تھا کہ وہ اس کمزوری کا استحصال کر لیں گے اور آگے کا مرحلہ بھی اپنے نام کر لیں گے اور ہم ہونقوں کی طرح کھڑے منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔ ہم بھی شکست قبول کرنے اور ہار ماننے کو تیار نہیں تھے، یوں ہم نے اس کشمکش سے خلاصی کے لیے کمر ہمت کس لی، اور دل کو مضبوط کر کے پہلے اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کیا، اور کہا کہ پہلی بار ہے تو کیا ہوا؟ جس کے پاس اجازت لینے جانا ہے اس کا بھی تو پہلی بار ہے، بہت سا کام زندگی میں پہلی بار کیا جاتا ہے اور شوق سے کیا ہے، تب تو کوئی ہچکچاہٹ نہیں محسوس ہوئی، اور پھر وہیں اس مریض اور ڈاکٹر کی بات یاد آئی جس مریض کو آپریشن کے لیے آپریشن روم کے بیڈ پر لٹایا گیا تو اس نے گھبراتے ہوئے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب! ذرا آرام سے آپریشن کریئے گا، زندگی میں پہلی بار آپریشن کرا رہا ہوں، اس پر ڈاکٹر صاحب نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ گھبرائیے نہیں میرا بھی یہ پہلا آپریشن ہے۔

مگر اجازت لینے میں ذہن میں پھر ایک وسوسہ ابھرا کہ آج کل کا دور ماڈرن دور ہے، لڑکے اور لڑکیاں کافی بولڈ اور بے تکلف ہوتے ہیں، اجازت لیتے وقت ہم اگر لڑکے کا نام اور گاؤں وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لڑکھڑا گئے تو کہیں لڑکی ابن انشا کی زبان میں ترمیم کے ساتھ بول نہ اٹھے کہ:

منگیتر اپنا کیسا ہے؟ تم نام نہ لو پہچان گئے

کس گاؤں کا رہنے والا ہے؟ ہم جان گئے اور مان گئے

اس وقت ہماری حیثیت کتنی مجروح ہوگی؟ ہم جس کا لمبا چوڑا تعارف لے کر اس کے پاس جا رہے ہیں وہ منگیتر کے ساتھ کتنی سرمئی شامیں گزار چکی ہے؟ اور دن رات مزے لے لے کر عشق کی باتیں کر چکی ہے؟ اس کا ہمیں کیا علم؟ اس کی جانب سے اجازت ملنے میں کیا تاخیر؟ یہ تو اس کے لیے تیار بیٹھی ہے۔ اور اگر وہ اجازت دینے میں حیا کا مظاہرہ کرتی، خاموش رہتی، اور اجازت دینے میں پس وپیش کرتی، تو اس میں بھی خطرہ تھا کہ بغل میں بیٹھنے والی لڑکی؛ جس کو ابھی تک کسی نے پوچھا نہ ہو، اور وہ اس کی سہیلی بھی ہو، وہ مخطوبہ کی خاموشی کا ناجائز فائدہ اٹھا کر کہیں خود اپنے لیے اجازت کی بات کہہ دے۔ اس وقت کیا ہوگا؟

ہم نے مدرسے میں اپنے پڑوسی مدرسین کو نکاح پڑھانے کی اطلاع اس لیے دیدی تھی تا کہ چھٹی سے قبل جانے کی صورت میں وہ مطمئن رہیں اور صدر المدرسین کو تو اس لیے خبر کرنا ضروری تھا کہ ان کی اجازت کے بغیر وقت پر پہنچنا دشوار تھا۔ فائدے کے پیش نظر یہ اطلاع ہمارے لیے ان کی جانب سے پیشگی مٹھائی کھانے کی درخواست کا پیش خیمہ بن گئی، احباب کی جانب سے صدقۂ احباب نکالنے کی کئی آوازیں اٹھنے لگی، ہم نے یہ کہہ کر جان بچانے کی کوشش کی کہ ابھی تو تصویر بھی واضح نہیں ہے کہ پردۂ غیب سے کون سی صورت نمودار ہوگی اور ابھی سے عقیقہ کرنے کا مطالبہ ہو رہا ہے؟ مدرسے کے اساتذہ محض منہ میٹھا کرنے کے لیے ایک دوسرے کو یہ اطلاع پھیلانے لگے کہ مولانا کو نکاح خوانی کی پیشکش ہوئی ہے۔ مطلب یہ تھا کہ مطالبہ اجتماعی طور پر ہونا چاہیے۔ ہم نے کہا بھی کہ پیسہ وصول کرنے کے معاملے میں ہم اناڑی ہیں، اس لیے وصولی کے لیے کون سا نالہ پر درد استعمال کرنا پڑے گا؟ یا کیا طریقہ رائج ہے؟ اس سے ہم بالکل غافل ہیں۔

نکاح خوانی کی پیشکش کیا ہوئی؟ ایسا لگا جیسے ہمیں کوئی بڑی جاگیر ملنے والی ہے، جس میں اصحاب ذوی الفروض کی طرح سب کا حق متعین ہو۔ جس کی ہر حال میں ادائیگی ضروری ہے۔ محلہ کے احباب کو اسی مطالبے سے بچنے کے لیے ہم نے یہ خوشخبری نہیں سنائی، مگر ہاتھوں میں" سند نکاح" کا

رجسٹر لیے جب من چلوں نے دیکھا تو حرص وطمع کے بندے کہاں چپ رہنے والے تھے، لفافہ دیکھ کر مضمون تاڑنے والوں کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ یہ کیا چکر ہے؟ اس لیے کئی ایک تو ہم سے عدم بے تکلفی کی بنیاد پر صرف دل مسوس کر رہ گئے، جب کہ کچھ لوگوں کے دل کی بات زبان پر آ ہی گئی، کہنے لگے کہ آج مولوی صاحب کے ساتھ رہنے میں فائدہ ہے، اور یہ کہہ کر وہ ساتھ بھی ہو لیے۔ ہم تو یہاں قاضی کی صورت میں ایک مزدور تھے، کہ جب تک بارات نہیں آجاتی اور وہ ہلکا ناشتہ نہ کر لیتے تب تک نکاح خوانی کا فریضہ انجام نہیں دیا جا سکتا۔ وہ وقت ہمارے قیلولہ کا ہوتا ہے، مگر ذمہ داری کی وجہ سے ہم باراتیوں کے انتظار اور قیلولہ کے درمیان معلق تھے:

ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

شہر سے بارات آنی تھی، ان کے لیے دیہات کا راستہ نامانوس اور انتہائی خراب تھا، اس لیے وہ لوگ دو دو بار بھٹک جانے اور بیچ میں سڑک بننے کی وجہ سے بہت تاخیر سے آئے۔ اس دن 14 فروری کا موسم نہایت خوبصورت اور خوشگوار تھا، ہم بھی باراتیوں کی طرح اپنے گمان میں سجے ہوئے تھے، کیوں کہ دولھے کے پاس جا کر نکاح کی ذمہ داری قبول کرانی تھی، جس سے ہم بھی تقریباً 40 سال قبل گزر چکے تھے۔ حالانکہ تب اور اب میں نکاح کے سلسلے میں کوئی فرق نہیں آیا ہے سوائے اس کے کہ پہلے زوجین کی ملاقات بعد النکاح ہوا کرتی تھی اور اب اس میدان میں ہماری سوچ سے زیادہ ترقی ہو چکی ہے۔

یہ تو پتہ ہی نہیں چلا کہ ہم نے اجازت میں الفاظ کیا کہے؟ اور کیسے کہے؟ ہم بھی نئے لوگوں کو پریشانی میں مبتلا رکھنے کے لیے وہ طریقہ مبہم رکھیں گے تا کہ نکاح خوانی کے اعزازیہ کی اہمیت دوبالا ہو جائے۔ لڑکیوں اور ہجولیوں کی سسکتی آوازیں اور رونے کی صدائیں بلکہ موجیں اتنی بلند تھیں کہ اسی شور وشغب میں ہم تنکوں کی طرح بہہ گئے اور ایجاب کی آواز کی جانب گواہوں کے ساتھ کان لگا دیے، بہت دیر کے بعد کچھ گھٹی گھٹی سی آواز نے یہ مرحلہ طے کرا دیا، کیوں کہ:

تھمتے تھمتے تھمیں گے آنسو
رونا ہے کوئی ہنسی نہیں ہے

ہمارے اعزازیہ پر لالچی لوگوں کی نظریں گڑی ہوئی تھیں، ہم نے اندازہ لگایا کہ پانچ سو روپے کی رقم (اگر وصول بھی ہوئے تو) تقاضا کرنے والوں کی کثرت کے سامنے اونٹ کے منہ میں زیرہ کی طرح ہو جائے گی، پھر ہم کو اپنی جانب سے اس میں رقم لگا کر ان کا منہ بند کرنا ہوگا۔ دوسرا مسئلہ یہ بھی تھا کہ اپنے مقام عرفی کا لحاظ کرتے ہوئے ہمیں راست طور پر اس اعزازیہ کا مطالبہ کرنا درست نہیں تھا، اس کے لیے کسی ڈھیٹ آدمی کو متعین کرنا پڑے گا جو لڑکے والوں سے کھڑے کھڑے مانگ سکے، مطالبہ کرنے پر وہ رقم اگر اس کے ہاتھ آگئی تو اب یہ اس کی ایمانداری پر منحصر ہوگا کہ وہ ہم سے ملنے والی صحیح رقم کا تذکرہ کرتا ہے یا اس میں اپنا بھی حصہ لگا لیتا ہے؟ شرم وحیا سے تو ہم یہ بھی نہیں پوچھ سکتے کہ اس اعزازیہ کا دین دار کون ہوتا ہے؟ لڑکی یا لڑکے والے؟

پھر ہم کو یہ بھی فیصلہ کرنا تھا کہ اس رقم میں سے کس کو کھلائیں اور کس کو محروم کر دیں؟ آخر گھر والوں کا بھی تو اس پر حق بنتا ہے؟ کھانا کھانے کے بعد انہی فکروں میں گم تھے کہ اچانک خبر آئی کہ قاضی صاحب نکاح خوانی کے لیے تشریف لے چلیں۔ اب ذہن اس بات کی طرف منتقل ہو گیا کہ خطبہ، آیت اور حدیث، نیز قبول کرانے میں کہیں کوئی الٹ پھیر یا غلطی نہ ہو جائے، اس وقت اس مرحلے کو اللہ تعالیٰ آسانی سے گزار دیں پھر رقم کی تقسیم کے لیے سوچا جائے گا۔ کہ آخر اس اعزازیہ سے کون سی کھانے کی چیز منگائی جائے گی؟ جب کہ یہاں تو میزبان کی جانب سے میٹھا، نمکین اور انتالذیذ کھانا سب موجود ہے اب کس چیز کی کمی باقی رہ جاتی ہے جس کی تکمیل کے لیے لوگ مجھ پر دباؤ ڈالیں گے؟ مگر اس خیال کو اس لیے مسترد کرنا پڑا کہ نکاح سے قبل باراتی بھی لذیذ اشیاء کھا کر لبریز رہتے ہیں پھر بھی نکاح کے سوکھے چھوہارے کو لوٹنے اور سمیٹنے کے لیے ایسا ٹوٹتے ہیں جیسے برسوں کے بھوکے پیاسے ہیں تو ان حریص شکم سیروں کی کیا گارنٹی ہے کہ وہ **"ھل من مزیں"** کا نعرہ نہیں لگائیں گے؟

خیر خطبہ اور قبول سے نمٹ کر دعا کے بعد چھوہارے تقسیم کرنے کے عمل کی ابتدا ہم نے کر دی اور پھر لوگوں کی بھوکی نظروں کو تاڑ کر وہ تھیلی ایک

شخص کے حوالے کردی، وجہ یہ تھی کہ لوٹ مار کر چھوہارے وصول کرنے کا ثواب حاصل کرنے میں قاضیوں اور ضعیف لوگوں کو شدت کے ساتھ دبانے میں درجات کی بلندی کا یقین کچھ اس طرح دل میں بیٹھ گیا ہے کہ چھین جھپٹ کر کھانے کو فی سبیل اللہ تکالیف کے تحمل کے ہم پلّہ سمجھا جاتا ہے، نکاح نامے پر دستخط کرانے کے بہانے ہم ان کی سخاوت اور بخیلی کو تولتے رہے اور مناتے رہے کہ مطالبہ کی نوبت سے قبل براہِ راست مسئلہ حل ہو جاتا تو قربانی وصول ہو جاتی، اشاروں اشاروں میں ذمہ دار کو قریب لانے کا جب کوئی خوشگوار نتیجہ سامنے نہیں دیکھا تو اب وہاں سے عزت کی پگڑی سنبھال کر نکل جانے میں عافیت سمجھی، ہمارا وہ ڈھیٹ شخص بھی مطالبہ کے صحیح وقت سے چوک کھا کر ندارد تھا، جب کہ باہر حریصان مال غنیمت بھری محفل میں ہماری آمد کے منتظر تھے، ہم بھی نکاح نامے کی جلد بغل میں دبائے دوسروں کی بظاہر خیریت دریافت کرتے رہے مگر اس طمع میں رہے کہ شاید کوئی وصول کرنے کی خوشخبری سنائے، جب ایسا کہیں کچھ نظر نہیں آیا تو ہمیں نکاح نامے کے وہ دو صفحے؛ جسے ہم ایک قاضی صاحب سے کئی بار فون کر کے بچے سے منگوائے تھے، اور فیصلہ کیے ہوئے تھے کہ ان کو بھی اعزازیہ کا کچھ حصہ دیدیں گے۔ اب وہ دو صفحے اور ان کے بھرنے کی محنت کے ضیاع کے غم کھائے جانے لگے تھے، دریں اثنا کچھ منچلوں نے جب آمدنی کی صورت میں مال غنیمت حاصل ہونے اور ہم کو خوش قسمت سمجھنے کے جملوں کی تکرار ہونے لگی، تو ہم نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ یہ لوگ کچھ خرچ کرنے کا تقاضا شروع کردیں، مناسب ہوگا کہ ان کے دبے لفظوں کی درخواست پر ہم صراحت کے ساتھ وضاحت کردیں کہ ضروری نہیں کہ ہر توقع پوری ہوجائے، کیوں کہ:

ما کل ما یتمنی المرء یدرکہ

تجری الریاح بما لا تشتهی السفن

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

بہت نکلے مرے ارمان، لیکن پھر بھی کم نکلے

جب یہ علم ہوگیا کہ درخت پر کوئی پھل نہیں ہے تو اینٹ پتھر کا سامنا کرنے سے بھی اسے امن حاصل ہوگیا، جب کہ کچھ لوگوں کو میری اشک شوئی کے طور پر یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ آپ کا واجبی حق ملنا چاہیے۔

کسی سے علم ہوا کہ مطالبہ پر وہ لوگ ٹال مٹول سے کام لے رہے ہیں، ہم نے سوچا کہ ایسا نہ ہو کہ روزانہ کا معمول قیلولہ بھی اعزازیہ کی طرح گول ہوجائے، اس لیے ایک کو تو حاصل کرلیا جائے۔ اب ہم گھر جانے کے لیے پر تول رہے تھے کہ ایک ذمہ دار قریب آئے اور انھوں نے حاصل شدہ مال غنیمت ہماری طرف مسکراتے ہوئے بڑھایا، ہم نے سوال کیا کہ کہیں آپ اپنی طرف سے تو ادا نہیں کررہے ہیں؟ جب اطمینان ہوگیا تو اب وہاں رکنے سے زیادہ سالما و غانما گھر چلے آنے میں عافیت نظر آئی۔ اندازہ ہوا کہ اب قاضیوں کو حق اجرت وصول کرنے میں اپنے مقام و مرتبہ کا زیادہ لحاظ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مولانا عبد الغفور (غفر اللہ لہ) صاحب معروفی قاسمیؒ

کے حالات زندگی پر چند سطور

از: مولانا شاکر عمیر معروفی قاسمی مظاہری

نام: عبد الغفور بن قاری ابوبکر صاحب

تاریخ پیدائش: 1396ھ

تعلیم: آپ نے مدرسہ اشاعت العلوم محلہ پارہ، پورہ معروف کرتھی جعفر پور میں پرائمری اور فارسی کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد عربی اول سے عربی پنجم (جماعت جلالین) تک جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس میں زیر تعلیم رہے، پھر وہیں سے از ہر ہند دار العلوم دیوبند داخلہ کے لئے پہنچے،

قسمت نے یاوری کی، داخلہ منظور ہوگیا اور دار العلوم کی آغوش تعلیم وتربیت میں ہفتم اور دورۂ حدیث کی تکمیل کی، یہ سنہ 1998ء کی بات ہے، اس کے بعد مزید ایک سال تکمیل ادب عربی کی بھی سعادت حصہ میں آئی، کل تین سال اس عبقری درسگاہ کے سایہ میں پھولنے پھلنے، سنورنے اور نکھرنے کا زریں موقع میسر ہوا۔

1999ء میں دار العلوم دیوبند کے شعبۂ تکمیل ادب سے فراغت کے بعد جلال آباد، مظفرنگر اور بجنور کے بعض مدارس میں عربی کے ابتدائی درجات میں تدریسی خدمات انجام دیں، پھر 2004ء کے اواخر میں دار العلوم حسینیہ تاؤلی ضلع مظفرنگر میں کم وبیش دس سال بحسن وخوبی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، حتی کہ اس ادارہ کے ناظم تعلیمات بھی منتخب ہوئے، اور مدرسہ کی مسجد کے امامت بھی سونپی گئی، وہاں ان کو بہت مقبولیت ومحبوبیت نصیب ہوئی، پھر مشیت ایزدی سے ایک وقت ایسا بھی آیا کہ دار العلوم تاؤلی چھوڑ کر اپنے وطن آکر گھریلو کام کاج میں مشغول ہوگئے؛ مگر ابھی کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپ کے عم محترم گرامی قدر حضرت مولانا محمد عثمان صاحب معروفیؒ سابق شیخ الحدیث دار العلوم باسکنڈی آسام انہیں اپنے ساتھ آسام لے گئے، اس طرح وہ دار العلوم باسکنڈی میں تدریس سے منسلک ہوگئے؛ لیکن وہاں کی آب وہوا راس نہ آئی بالآخر ایک ہی سال میں اس جگہ کو ترک کرکے آبائی وطن پورہ معروف واپس آگئے۔

پھر اس علمی گھرانہ کے چشم وچراغ پر پورہ معروف کے دو مختلف مدرسوں کے ارباب حل وعقد کی نظر انتخاب پڑی اور مولانا کو تدریس کے لئے مدعو کیا گیا، آپ نے جامعہ ام حبیبہؓ للبنات کو ترجیح دی اور 2016ء کے اواخر میں اس ادارہ سے منسلک ہوگئے اور تادم واپسیں اسی سے انسلاک رہا، آپ اس جامعہ کے عظیم مدرس بھی تھے اور کارگزار مہتمم بھی، اس جامعہ کا نظام تعلیم وتربیت، امور تعمیر، تقسیم مشاہرہ اور حساب وکتاب سب آپ ہی کے ہاتھوں میں تھا، جسے بڑی جانفشانی، انتہائی شفافیت اور احساس ذمہ داری کے ساتھ وقت اور رفقائے کار اور عملہ کی مکمل رعایت کے ساتھ انجام دیا کرتے تھے۔

الغرض اس جامعہ کی ظاہری اور باطنی تعمیر وترقی کے لئے مولانا مرحوم کی بے پناہ قربانیاں اور محنتیں ہیں، جنہیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔

وفات: 21/شوال 1444ھ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے قبل کچھ سینے میں تکلیف محسوس کی، معمولی سی دوا لی، کچھ افاقہ ہوا، پھر عین جمعہ کی نماز کے وقت تکلیف میں شدت پیدا ہوگئی، جس میں وقفہ وقفہ سے اتار چڑھاؤ ہوتا رہا، جمعہ کی نماز کے بعد دوپہر کا کھانا کھایا، کچھ دیر بعد پھر تکلیف میں اضافہ ہونے لگا تو چہل قدمی کرنے لگے، اہل خانہ کے پوچھنے پر گیس وغیرہ کا شبہہ ظاہر کیا، مگر درحقیقت قلب کی حرکت متاثر تھی، بالآخر گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد حرکت قلب بالکل ہی بند ہوگئی اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرکے بارگاہ قدس میں جاپہنچی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا کی وفات کی خبر سن کر بہت صدمہ ہوا، مولانا مضبوط لیاقت، اچھے اخلاق اور بلند کردار کے مالک تھے، وہ ایک صالح، متواضع، ملنسار اور سادہ مزاج عالم دین تھے، میرے احیاء العلوم مبارک پور اعظم گڑھ کے زمانہ تدریس میں وہاں کے بعض امتحانی پرچے بھی بنایا کرتے تھے، جس میں میں ہی واسطہ ہوا کرتا تھا، جس کی بنا پر میرا ان سے کچھ زیادہ تعلق ہوگیا تھا، جس کی وجہ سے ان کی وفات کی خبر سن کر زیادہ قلق ہوا۔

مولانا کے وارثین میں دو بچے، ایک بچی اور اہلیہ حیات ہیں۔

اللہ رحمن ورحیم سے دعا ہے کہ وہ مولانا مرحوم کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کی لغزشات سے درگزر فرمائے اور اعلی علیین میں انہیں جگہ عطا فرمائے، اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل کی توفیق مرحمت فرمائے اور ان کے اہل خانہ کا کفیل بن جائے، آمین۔

إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ، وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ.

اللَّهُمَّ اغفِرْ لَهُ وارحمهُ، وعافِهِ واعفُ عنهُ، وأكرِمْ نُزُلَهُ، ووسِّعْ مُدْخَلَهُ، واغسلْهُ بالماءِ والثَّلجِ والبَرَدِ، ونقِّهِ منَ الخطايا كما نقَّيتَ الثَّوبَ الأبيضَ منَ الدَّنسِ، وأبدِلْهُ دارًا خيرًا من دارِهِ، وأهلًا خيرًا من أهلِهِ، وزوجًا خيرًا من زوجِهِ، وأدخِلهُ الجنَّةَ ونجِّهِ منَ النَّارِ.

آمین یارب العالمین۔